

جلد 08 شماره 02 تبلیغ 1404 ہجری شمسی، شعبان 1446 ہجری قمری بمطابق فروری 2025ء

◀ عکس پیشگوئی مصلح موعود از ضمیمہ اخبار ریاض ہند امرتسر مطبوعہ یکم مارچ 1886ء

◀ حضرت مصلح موعودؑ کا ذکر یہودی اور مسیحی صحائف میں

◀ قرآن شریف بائبل کی نقل ہے؟ (نعوذ باللہ)

◀ کیا فرعون موسیٰؑ فی الحقیقت ڈوب کر مر گیا تھا؟

◀ حقانی تقریر برواقعہ وفات بشیر مشہور بہ ”سبز اشتہار“

◀ ایک مشہور دہریہ Richard Dawkins کے اعتراضات کے جواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 حَجَّاجٌ وَصَلَّى عَلَیْهِ وَسَلَّمَ  
 جانِ دلہندائی حالِ محنتِ سدا غاکم شاکر کو پد آں محمد است  
 دیدم بعین قلب شین کجیم بوش در برکان ندائی جبالِ محنت  
 این شہد روان کہ جملق خدا ہم یک قطره ز بحر زالِ محنت  
 این آتش ز آتش ہر محنت و این آب ز آب لالِ محنت

رسالہ سراج منیر مشتملہ بر شاہنامہ سیر  
 پیر سالہ اس حق (مولف نبراہین احمدیہ) نے اس غرض سے تالیف  
 کرنا چاہا ہے کہ نامکرمین حقیقت اسلام و مکذبین رسالت حضرت  
 خیر الانام علیہ السلام کی انہوں کے لگے الکیا  
 چمکتا ہوا چراغ کہا جائے جسکی ہر ایک سمت سے گوہر آبدار کی طرح روشنی  
 نکل رہی ہے اور بڑی بڑی پیشگیوں پر جو ہنوز وقوع میں نہیں ہیں  
 شمس ہے چنانچہ خود خداوند بزرگ عالم نے اسے جسکو پوشیدہ ہے  
 کی خبر ہے اس کا روضہ کو بعض سراج مصفیہ اخبار غیبیہ مطبعہ کر کے  
 باعظیم سے سبکدوش فرمایا حقیقت میں کسی کا فضل ہے اور اسکا  
 کام جس نے چار طرفہ کشاکش مخالفوں موافقوں کو سچے سچے  
 غلبہ بخشی ہے قصہ کوتاہ کردور دور سب سبیا ر بودہ اب یہ حال  
 تریب الافستام ہے اور انشاء اللہ القدر صرف چند ہفتوں کا کام ہے  
 اور اس سال میں تین قسم کی پیشگیوں میں اول وہ پیشگیوں کہ  
 جو خود اس حق کی ذات سے تعلق رکھتی ہیں یعنی جو کچھ راحت یا رنج  
 یا حیات یا وفات اس ناچ سے متعلق ہے یا جو کچھ نقصانات و نقصانات  
 الہیہ کا وعدہ اس ناچ کو دیا گیا ہے وہ ان پیشگیوں میں مندرج ہے  
 دوسری وہ پیشگیوں جو بعض احباب یا عام طور پر کسی ایک  
 شخص یا سب سے متعلق ہیں اور ان میں سے سبھی کچھ کام باقی ہے اور اگر  
 خدا تعالیٰ نے چاہا تو وہ بقیہ ہی طے ہو جائیگا تیسری وہ پیشگیوں

جو مذہب غیر کے پیشواؤں یا داعیوں یا ممبروں  
 سے تعلق رکھتی ہیں اور اس قسم میں سب سے صرف لفظ  
 منورہ خندا نامی آریہ صاحبوں اور چند نادانوں کے  
 ہندوں کو لیا ہے کجکی نسبت مختلف قسم کی پیشگیوں  
 ہیں کیونکہ انہیں میں آنجل نی نی تیزی اور انکار  
 اشد پایا جاتا ہے اور ہمیں اس تقریب پر یہی خیال  
 ہے کہ خداوند بزرگیم ہاری جن گورنٹ ٹانگٹا کو جسکر  
 احسانات سے سکو ہتا تر فراغت از آزادی گوشہ خلوت  
 میدر کج امن و سانش حاصل ہے ظالموں کے ہاتھ  
 سے اپنی حفظ و حمایت میں رکھی اور روس نفوس  
 کو اپنی سرگردانیوں میں مجوس محکوس ہوتا کر  
 ہاری گورنٹ کو فتح و نصرت نصیب کیے تا ہم وہ  
 بشارتیں ہی (اگر لجا میں) اس حمد و توحید پر صبح  
 رسالہ کرین انشاء اللہ تعالیٰ اور جو کچھ پیشگیوں کی  
 اختیار ی بات نہیں ہوتا ہمیشہ اور ہر حال میں  
 خوشخبری پر ولات کرین اللہ پاک ہمیشہ تمام اپنی مقادیر  
 و مخالفین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ  
 کسی پیشگیوں کو اپنی نسبت ناگوار طبع (جیسے خیریت  
 فوت یا کسی اور صفت کے نسبت) پادین تو اس سبب  
 ناچہ کو مذکور تصور فرماوین بالخصوص وہ صاحب  
 جو باعدت و مخالفت و منافرت مذہب اور بوجہ  
 نامحوم اسرار ہوئی کہ جن ظن کی طرف شکل رجوع  
 کر سکتے ہیں جیسے منشی انڈس صاحب صاحب مراد آبادی  
 و پٹنٹ لیکچرار صاحب پشوری وغیرہ کجکی  
 تضاد و قدر کے متعلق غالباً اس سال میں ہفتہ

# ماہنامہ موازنہ مذاہب

جلد 08 شماره 02 تبلیغ 1404 ہجری شمسی، شعبان 1446 ہجری قمری مطابق فروری 2025ء

## فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
2	ارشاد باری تعالیٰ: ایک عظیم بیٹے کی بشارت	1
4	ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: مسیح موعودؑ کی عظیم الشان اولاد ہوگی	2
6	ایک عظیم الشان پیشگوئی مصلح موعود اور اس کا مصداق: کلام الامام امام الکلام	3
11	عکس پیشگوئی مصلح موعود از ضمیمہ اخبار ریاض ہند امر ترسہ مطبوعہ کیم ہارچ 1886ء	4
13	پیشگوئی مصلح موعود کے حوالہ سے چند لوگوں کی گواہیاں: امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز	5
28	کتب مقدسہ میں: بشارات احمد مصطفیٰ محمد مجتبیٰ رحمت عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم: از افاضات حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ	6
37	حضرت مصلح موعودؑ کا ذکر یہودی اور مسیحی صحائف میں: مرسلہ ایچ۔ ایم۔ ظفر	7
41	حضرت مصلح موعودؑ کے چند پُر شوکت بیانات: مرتبہ ابو عبد اللہ	8
56	ایک اعتراض کا جواب: کیا قرآن شریف بائبل کی نقل ہے؟ (نعوذ باللہ): ایم۔ ناصر	9
62	کیا فرعون موسیٰؑ فی الحقیقت ڈوب کر مرا تھا؟: ایس۔ اے۔ قادر	10
77	تعارف کتاب حضرت اقدس مسیح موعودؑ؛ حتمی تقریر بر واقعہ وفات بشیر مشہور بہ ”سزاشہار“: اے۔ رحمان	11
85	ایک مشہور دہریہ Richard Dawkins کے اعتراضات کے جواب: کائنات کا وجود اور نظام: ویسہ ایل (آسٹریلیا)	12

Office Magazine Muwazna-e-Madhahib

Mohalla Ahmadiyya Qadian

Dt. Gurdaspur-143516

Punjab, India

Email: muwaznaemazahibindia@gmail.com

Tel: +91-01872-500970, Fax: 500971

## یقیناً ہم تجھے ایک عظیم بیٹے کی بشارت دیتے ہیں

### ارشاد باری تعالیٰ

يُذَكِّرِيَا إِنَّا نَبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ إِسْمُهُ يُحْيَىٰ لَكَ نَجَعَلُ لَهُ مِنْ قَبْلُ سَيِّدًا - (المريم: 8)

اے زکریا! یقیناً ہم تجھے ایک عظیم بیٹے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہو گا۔ ہم نے اس کا پہلے کوئی ہم نام نہیں بنایا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”قرآن شریف اپنے زبردست ثبوتوں کے ساتھ ہمارے دعوے کا مصدق اور ہمارے مخالفین کے اوہام باطلہ کی بیخ کنی کر رہا ہے اور وہ گذشتہ نبیوں کے واپس دنیا میں آنے کا دروازہ بند کرتا ہے۔ اور بنی اسرائیل کے شیلوں کے آنے کا دروازہ کھولتا ہے۔ اسی نے یہ دعا تعلیم فرمائی ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ - صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ اس دعا کا حاصل کیا ہے یہی تو ہے کہ ہمیں اے ہمارے خدا نبیوں اور رسولوں کا شیل بنا۔

اور پھر حضرت یحییٰ کے حق میں فرماتا ہے: لَمْ نَجْعَلْ لَهُ مِنْ قَبْلُ سَبِيًّا یعنی یحییٰ سے پہلے ہم نے کوئی اس کا شیل دنیا میں نہیں بھیجا جس کو باعتبار ان صفات کے یحییٰ کہا جائے یہ آیت ہماری تصدیق بیان کے لئے اشارۃ النص ہے۔

کیونکہ خدائے تعالیٰ نے اس جگہ آیت موصوفہ میں قبل کی شرط لگائی بعد کی نہیں لگائی تا معلوم ہو کہ بعد میں اسرائیلی نبیوں کے ہم ناموں کے آنے کا دروازہ کھلا ہے جن کا نام خدائے تعالیٰ کے نزدیک وہی ہو گا جو ان نبیوں کا نام ہو گا جن کے وہ شیل ہیں یعنی جو شیل موسیٰ ہے اس کا نام موسیٰ ہو گا اور جو شیل عیسیٰ ہے اس کا نام عیسیٰ یا ابن مریم ہو گا۔

اور خدائے تعالیٰ نے اس آیت میں سَمِیٰ کہا شیل نہیں کہا تا معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ جو شخص کسی اسرائیلی نبی کا شیل بن کر آئے گا وہ شیل کے نام سے نہیں پکارا جائے گا بوجہ انطباق کلی اسی نام سے پکارا جائے گا جس نبی کا وہ شیل بن کر آئے گا۔“

(”ازالہ اوہام“ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 389,390 تصنیف حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی۔ بانی جماعت احمدیہ علیہ السلام)

## مسیح موعودؑ کی عظیم الشان اولاد ہوگی

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”يُنزِلُ عَيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ إِلَى الْأَرْضِ، فَيَتَزَوَّجُ وَيُولِدُ لَهُ.“

(”مشكاة المصابيح“ کتاب الفتن باب نزول عيسى الفصل الثالث حديث 5508) (الوفاء باحوال المصطفى ﷺ، لابن جوزي الجزء الاول، ابواب بعثه وحشره ...)

ترجمہ: حضرت عیسیٰ ابن مریم جب زمین پر نزول فرما ہوں گے تو شادی کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی۔

اس حدیث کی تشریح فرماتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

قَدْ أَخْبَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الْمَسِيحَ الْمَوْعُودَ يَتَزَوَّجُ وَيُولِدُ لَهُ. فَفِي

هَذَا إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ اللَّهَ يُعْطِيهِ وَلَدًا صَالِحًا يُشَابِهُ أَبَاهُ وَلَا يَأْبَاهُ وَيَكُونُ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ الْمُكْرَمِينَ.

(”آئینہ کلمات اسلام“ روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 578 حاشیہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر فرمایا کہ مسیح موعود شادی کریں گے اور ان کے ہاں اولاد

ہوگی۔ اس میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایسا نیک بیٹا عطا کرے گا جو نیکی کے لحاظ سے اپنے باپ

کے مشابہ ہو گا نہ کہ مخالف، اور وہ اللہ کے معزز بندوں میں سے ہو گا۔

(سوانح فضل عمر جلد اول تصنیف حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع صفحہ 65، 66)

ایک اور مقام پر حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا:

”یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود کی اولاد ہوگی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا اس کی نسل سے ایک شخص کو

پیدا کرے گا جو اس کا جانشین ہو گا اور دین اسلام کی حمایت کرے گا جیسا کہ میری بعض پیشگوئیوں میں خبر آچکی ہے۔“

(”حقیقۃ الوحی“ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 325)

# مَشْكَاةُ الْمَصَابِيحِ

لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْخَطِيبِ الْتَبْرِيْزِيِّ  
تُوفِيَ سَنَةَ ٧٤١ هـ

## الفصل الثالث

٥٥٠٨ — عن عبد الله بن عمرو، قال: قال رسول الله ﷺ: «ينزل عيسى ابن مريم إلى الأرض، فيتزوج، ويولد له، ويمكث خمساً وأربعين سنة، ثم يموت فيدفن معي في قبري، فأقوم أنا وعيسى ابن مريم في قبر واحد بين أبي بكر وعمر». رواه ابن الجوزي في «كتاب الوفاء».

# الْوَفَاءُ

بِأَحْوَالِ الْمُصْطَفَى ﷺ

لِلْإِمَامِ أَبِي الْفَرَجِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْجَوْزِيِّ

## الباب الثاني

في حشر عيسى ابن مريم مع نبينا ﷺ

□ عن عبد الله بن عمرو قال: قال رسول الله ﷺ: «ينزل عيسى ابن مريم إلى الأرض فيتزوج ويولد له، ويمكث خمساً وأربعين سنة، ثم يموت فيدفن معي في قبري، فأقوم أنا وعيسى ابن مريم من قبر واحد بين أبي بكر وعمر»

## ایک عظیم الشان پیشگوئی ”مصلح موعود“

حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانی جماعت احمدیہ مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”بِإِلْهَامِ اللَّهِ تَعَالَى وَاعْلَامِهِ عَزَّوَجَلَّ خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے (جَلَّ شَأْنُهُ وَعَزَّ إِسْمُهُ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے پاپیہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔“

خدانے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پائیں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تادین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تاحق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تالوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر



ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہو گا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عَنَمَوَائِيل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ جس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے اپنے کلمہ تجمید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔

فرزند دلبد گرامی ارجمند مَظْهَرُ الْأَوَّلِ وَالْآخِرِ - مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ - كَانَ اللَّهُ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہو گا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا۔“

(”آئینہ کمالات اسلام“ روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 647)

## پیشگوئی مصلح موعود اور اس کا مصداق

حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانی جماعت احمدیہ مسیح موعود و مہدی معبود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”خداے تعالیٰ نے ایک قطعی اور یقینی پیشگوئی میں میرے پر ظاہر کر رکھا ہے کہ میری ہی ذریت سے ایک شخص پیدا ہو گا جس کو کئی باتوں میں مسیح سے مشابہت ہوگی۔ وہ آسمان سے اترے گا اور زمین والوں کی راہ سیدھی کر دے گا وہ اسیروں کو رستگاری بخشے گا اور ان کو جو شبہات کی زنجیروں میں مقید ہیں رہائی دے گا۔

فرزند دلہند گراہی وار جہند مظهر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء۔“

(”ازالہ اہام“ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 180)

”مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا اور نیز دوسرا نام اُس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے اور ایک الہام میں اس کا نام فضل عمر ظاہر کیا گیا ہے اور ضرور تھا کہ اس کا آنا معرض التوا میں رہتا... کیونکہ یہ سب امور حکمت الہیہ نے اس کے قدموں کے نیچے رکھے تھے اور بشیر اول جو فوت ہو گیا ہے بشیر ثانی کے لئے بطور ارہاص تھا اس لئے دونوں کا ایک ہی پیشگوئی میں ذکر کیا گیا۔.....“

(”سبز اشتہار“ روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 467 حاشیہ)

”پھر ایک اور نشان یہ ہے جو یہ تین لڑکے جو موجود ہیں ہر ایک کے پیدا ہونے سے پہلے اس کے آنے کی خبر دی گئی ہے۔ چنانچہ محمود جو بڑا لڑکا ہے اس کی پیدائش کی نسبت اس سبز اشتہار میں صریح پیشگوئی معہ محمود کے نام کے موجود ہے جو پہلے لڑکے کی وفات کے بارے میں شائع کیا گیا تھا۔ جو رسالہ کی طرح کئی ورق کا اشتہار سبز رنگ کے ورقوں پر ہے۔“ (”ضمیمہ انجام آتھم“ روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 299)

”پانچویں پیشگوئی میں نے اپنے لڑکے محمود کی پیدائش کی نسبت کی تھی کہ وہ اب پیدا ہو گا اور اس کا نام محمود رکھا جائے گا۔ اور اس پیشگوئی کی اشاعت کے لئے سبز ورق کے اشتہار شائع کئے گئے تھے جو اب تک موجود ہیں اور ہزاروں آدمیوں میں تقسیم ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ لڑکا پیشگوئی کی میعاد میں پیدا ہوا اور اب نویں سال میں ہے۔“ (”سراج منیر“ روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 36)

”میرا پہلا لڑکا جو زندہ موجود ہے جس کا نام محمود ہے ابھی وہ پیدا نہیں ہوا تھا جو مجھے کشفی طور پر اس کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی اور میں نے مسجد کی دیوار پر اس کا نام لکھا ہوا یہ پایا کہ محمود۔ تب میں نے اس پیشگوئی کے شائع کرنے کے لئے سبز رنگ کے ورقوں پر ایک اشتہار چھاپا۔ جس کی تاریخ اشاعت یکم دسمبر 1888ء ہے اور یہ اشتہار مورخہ یکم دسمبر 1888ء ہزاروں آدمیوں میں شائع کیا گیا اور اب تک اس میں سے بہت سے اشتہارات میرے پاس موجود ہیں۔“ (”تزیان القلوب“ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 214)

”محمود جو میرا بڑا بیٹا ہے اس کے پیدا ہونے کے بارے میں اشتہار دہم جولائی 1888ء میں اور نیز اشتہار یکم دسمبر 1888ء میں جو سبز رنگ کے کاغذ پر چھاپا گیا تھا پیشگوئی کی گئی اور سبز رنگ کے اشتہار میں یہ بھی لکھا گیا کہ اس پیدا ہونے والے لڑکے کا نام محمود رکھا جائے گا اور یہ اشتہار محمود کے پیدا ہونے سے پہلے ہی لاکھوں انسانوں میں شائع کیا گیا۔ چنانچہ اب تک ہمارے مخالفوں کے گھروں میں صد ہا یہ سبز رنگ اشتہار پڑے ہوئے ہوں گے۔ اور ایسا ہی دہم جولائی 1888ء کے اشتہار بھی ہر ایک کے گھر میں موجود ہوں گے۔ پھر جب

کہ اس پیشگوئی کی شہرت بذریعہ اشتہارات کامل درجہ پر پہنچ چکی اور مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں میں سے کوئی بھی فرقہ باقی نہ رہا جو اس سے بے خبر ہو۔ تب خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے 12 جنوری 1889ء کو مطابق 9 جمادی الاول 1306ھ میں بروز شنبہ محمود پیدا ہوا۔ اور اس کے پیدا ہونے کی میں نے اس اشتہار میں خبر دی ہے جس کے عنوان پر ”تکمیل تبلیغ“ موٹی قلم سے لکھا ہوا ہے جس میں بیعت کی دس شرائط مندرج ہیں۔ اور اس کے صفحہ 4 میں یہ الہام پسر موعود کی نسبت ہے:

اے فخرِ رسلِ قربِ تو معلوم شد  
دیر آمدہ زراہِ دور آمدہ“

(کہ اے رسولوں کے فخر تیرا خدا کے نزدیک مقامِ قرب مجھے معلوم ہو گیا ہے۔ تو دیر سے آیا ہے

اور دور کے راستے سے آیا ہے۔) (”تزیان القلوب“ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 219)

”ایسا ہی جب میرا لڑکا فوت ہو گیا تو نادان مولویوں اور ان کے دوستوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں نے اس کے مرنے پر بہت خوشی ظاہر کی اور بار بار ان کو کہا گیا کہ 20 فروری 1886ء میں یہ بھی ایک پیشگوئی ہے کہ بعض لڑکے فوت بھی ہوں گے۔ پس ضرور تھا کہ کوئی لڑکا خورد سالی میں فوت ہو جاتا۔ تب بھی وہ لوگ اعتراض سے باز نہ آئے۔ تب خدا تعالیٰ نے ایک دوسرے لڑکے کی مجھے بشارت دی۔ چنانچہ میرے سبز اشتہار کے ساتویں صفحہ میں اس دوسرے لڑکے کے پیدا ہونے کے بارے میں یہ بشارت ہے۔ دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام محمود ہے وہ اگرچہ اب تک جو یکم ستمبر 1888ء ہے پیدا نہیں ہوا مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہو گا۔ زمین آسمان ٹل سکتے ہیں پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔ یہ ہے عبارت اشتہار سبز کے صفحہ سات کی جس کے مطابق جنوری 1889ء میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام محمود رکھا گیا اور اب تک بفضلہ تعالیٰ زندہ موجود ہے اور سترھویں سال میں ہے۔“

(”حقیقۃ الوحی“ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 373، 374)

عکس پیشگوئی مصلح موعود از ضمیمہ اخبار ریاض ہند امر تسر مطبوعہ یکم مارچ 1886ء

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے 22 جنوری 1886ء کو ہوشیار پور کا سفر اختیار کیا اور چلہ کشی کی جس میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ترقی اور بہت سی بشارات آپ کو دیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے قلم سے 20 فروری 1886ء کو ایک اشتہار ”رسالہ سراج منیر بر نشانہائے رب قدیر“ کے نام سے تحریر فرمایا، جو اخبار ریاض ہند امر تسر یکم مارچ 1886ء میں بطور ضمیمہ شائع ہوا۔ قارئین کے لئے اس اشتہار کا عکس پیش خدمت ہے:-



علیٰ حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائیں گے۔ تو مجھے  
 ایسا ہے جیسو انبیا بنی اسرائیل (یعنی ظلی طور پر  
 ان سے شائبہ رکھتا ہے) تو مجھے ایسا ہے جیسو  
 میری تمیز۔ تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں اور  
 وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا پادشاہوں اور  
 امیروں کے دلوں میں تیری محبت ڈالے گا جیسا کہ  
 کہ وہ تیرے کپڑوں پر برکت ہونے لگے۔ اور حکمران  
 اور حق کے مخالفوں کو تم میرے بندہ کی نسبت شک  
 میں ہوگا کہ تمہیں اس فضل و احسان سے کھرا کرنا ہے جو  
 مجھے اپنے بندہ پر کیا تو اس نشانِ حمت کی مانند تم  
 ہی اپنی نسبت کوئی چاشنان پیش کرنا کرنا ہے  
 ہو اور اگر تم پیش کرنا کہو اور دیکھو کہ ہرگز پیش کرنا  
 تو اس کے بعد کہ جو ظالموں اور جہودوں اور حد سے بہتر  
 والوں کے لئے تیار ہے فقط

بہت بڑا دن گا اور برکت دونوں کا مگر بعض انہیں  
 کم عمری میں فوت ہی ہو گئے اور تیری نسل کثرت سے  
 مگر میں پہل جائیگی اور ہر ایک شاخ تیری جدی بیجوں  
 کی کاٹی جائیگی اور وہ جلد لاؤنگر ختم ہو جائیگی۔  
 اگر وہ تو بندہ کریں گے تو خدا انہیں بلا بلا نازل کرے گا  
 یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے اور ان کے گہر  
 سے پہر جائیں گے اور ان کی دیواروں پر غضب نازل  
 ہوگا لیکن اگر وہ رجوع کر چکے تو خدا انہیں کے ساتھ  
 کرے گا۔ خدا تیری برکتیں اور دگر پہلائے گا اور ایک  
 ہوگا کہ تجھ سے آیا کرے گا۔ اور ایک ڈرانا کہ تیرے  
 پہر سے گا۔ تیری اذیت منقطع نہیں ہوگی اور آخری دن  
 تک سرسبز بیجی خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا  
 منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رہے گا اور تیری  
 کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔ میں تجھے اٹھاؤنگا  
 اور اپنی طرف بلاؤنگا پر تیرا نام صفحہ زمین سے کہیں  
 اٹھائے گا اور ایسا ہوگا کہ وہ لوگ جو تیری ذلت کو  
 لگے ہوئے ہیں اور تیرے نام کا ہر ہنر کے وہ تیرے  
 کرنے کے خیال میں ہیں وہ خود نام کام ہوں گے اور  
 اور احرادی میں مرین گئے لیکن خدا تجھے کلی کامیاب  
 کرے گا اور تیری ساری مرادیں تجھ پر دے گا۔ میں تیری  
 خالص اور دلی جموں کا گروہ ہی بڑا دن گا اور انہیں  
 و اموال میں برکت دونوں کا اور انہیں کثرت بخشوں گا اور  
 وہ مسلمانوں کے آس پاس گروہ پر تیرے قیامت  
 خالی ہوں گے جو خدا دونوں اور خداوندان کا گروہ ہو  
 خدا انہیں نہیں بہرے گا اور زاموش نہیں کرے گا اور وہ

حاشیہ آسمیٰ کا کمال ہی جو کہ اپنے نبی متبوع سے بلکہ تمام نبی متبعین  
 علیہ السلام کو شائبہ پد کر سے ہی کامل اتباع کی حقیقت  
 اور علت خالی ہے جس کے لئے سورہ فاتحہ میں دعا کرتا  
 لئے ہم لوگ مومنین بلا ہی انسان کی فطرت میں تقاضا  
 پایا جاتا ہے اور اسے جو مسلمان لوگ اپنے اولاد کے نام  
 بطور تفاعل عیسوی اور موسیٰ یعقوب محمد وغیرہ انبیا  
 علیہم السلام کے نام پر کہتے ہیں اور طلبت ہوتا ہے کہ  
 وہی اس سلسلہ و برکات بطور ظلی انہیں ہی پیدا ہو جائیں

راف  
 خاک رعد احمد (مخلف برہین مولف  
 برائین احمدی) از مقام ہوشیار پور  
 طبع شد علی صاحب سہ ماہی ۲۰ فروری ۱۸۸۷ء

## پیشگوئی مصلح موعود کے حوالہ سے انصاف پسند لوگوں کی گواہیاں

امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”آج میں پیشگوئی مصلح موعود کے بعض پہلوؤں کا ذکر کروں گا۔ جیسا کہ ہر احمدی جانتا ہے اور ہر سال اس پیشگوئی کے پورا ہونے پر جلسے بھی منعقد کیے جاتے ہیں۔ یہ 20 فروری 1886ء کی پیشگوئی ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک مختلف صفات کے حامل بیٹے کی پیدائش کی خبر دی گئی تھی لیکن اس بارے میں بیان کرنے سے پہلے میں بچوں اور بعض نوجوانوں کو بھی اس سوال کا جواب دینا چاہتا ہوں، پہلے بھی کئی دفعہ دے چکا ہوں جو یہ کہتے ہیں کہ جب ہم سا لگرہ نہیں مناتے تو حضرت مصلح موعودؑ کی سا لگرہ کیوں منائی جاتی ہے؟

اس بارے میں واضح ہو جیسا کہ میں نے کہا میں کئی مرتبہ بیان کر چکا ہوں کہ مرزا بشیر الدین محمود احمدؑ کی پیدائش کی سا لگرہ نہیں منائی جاتی بلکہ پیشگوئی کے پورا ہونے پر جلسے کیے جاتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش تو 12 جنوری 1889ء کی ہے۔ دوسرے جن گھروں میں یہ ذکر نہیں ہوتا وہاں خود والدین کو پڑھ کر بچوں کو بتانا بھی چاہیے، سمجھانا بھی چاہیے کہ پیشگوئی مصلح موعود کیا ہے۔ یہ ایک عظیم پیشگوئی ہے جو پہلے نوشتوں کے مطابق جن کی پہلے انبیاء نے بھی خبر دی اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی پیشگوئی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ اعلان کرنے کا فرمایا تھا۔ یہ ایک لمبی پیشگوئی ہے اس کا شروع کا حصہ میں بیان کر دیتا ہوں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

”بالہام اللہ تعالیٰ و اعلامہ عزوجل خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے (جلّ شانہ و عزاسمہ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پائیں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تادین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تاحق اپنی برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تالوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں“ یعنی خدا کہتا ہے میں قادر ہوں۔ ”اور جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت اور نسل ہو گا۔“ اور پھر آگے اس پیشگوئی میں اس لڑکے کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں جن میں سے بعض کا، ایک دوکام میں ذکر کر دیتا ہوں۔ فرمایا ”... وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا... علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔“ پھر فرمایا ”وہ... اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا۔“

(”آئینہ کمالات اسلام“ روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 647)

یہ اس لمبی پیشگوئی کی چند باتیں ہیں۔ اور پھر ہم نے دیکھا کہ اس مدت کے اندر جو اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر آپؐ نے دی تھی وہ لڑکا پیدا ہوا اور پیشگوئی کے تمام حصوں کا مصداق بنا جن کی تعداد پچاس، باون بنتی ہے۔ بہر حال جیسا کہ میں نے کہا میں نے تو یہ دو تین باتیں ہی اس پیشگوئی کی لی ہیں۔

**حضرت مصلح موعودؑ کی باون سالہ خلافت کے دور کا ہر دن اس پیشگوئی کے پورا ہونے کی شان کا اظہار کر رہا**

ہے۔ اب کوئی نہ ماننے والا ہمارا مخالف یہ کہہ سکتا ہے کہ احمدی تو اس پیشگوئی کے پورا ہونے کی دلیل دیں گے ہی، وہ تو کہتے ہی رہیں گے کہ پیشگوئی پوری ہو گئی لیکن کوئی ٹھوس دلیل پیش کرو۔ تو یہ ایسے معترضین کی ڈھٹائی ہے ورنہ



حضرت مصلح موعودؑ کے دور میں جماعت احمدیہ کی ترقی کا ہر دن جیسا کہ میں نے کہا اس کی روشن دلیل ہے۔ بہر حال جن باتوں کا پیشگوئی کے حوالے سے میں نے ذکر کیا ہے اس بارے میں ایسے انصاف پسند لوگوں کی گواہیاں پیش کرتا ہوں جن کا جماعت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور برصغیر میں وہ جانی پہچانی شخصیتیں ہیں۔

**پیشگوئی کے الفاظ ہیں ذہین و فہیم ہوگا۔ غیر از جماعت مولانا غلام رسول صاحب مہر کی گواہی:**

چنانچہ مولانا غلام رسول صاحب مہر ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ آپ یعنی مولانا غلام رسول صاحب 1885ء میں جالندھر میں پیدا ہوئے۔ ایک محقق، مصنف، ادیب، صحافی اور مؤرخ تھے۔ روزنامہ زمیندار سے منسلک رہے۔ بعد میں مولانا عبدالمجید سالک کے ساتھ مل کر اخبار انقلاب لاہور سے جاری کیا۔ 20 اور 25 دسمبر 1966ء کو شیخ عبدالمجید صاحب آف لاہور مولانا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دوران گفتگو حضرت مصلح موعودؑ کے متعلق مولانا غلام رسول صاحب نے بتایا کہ آپ لوگوں کی کسی کتاب میں اس عظیم الشان انسان کے کارناموں کی مکمل آگاہی نہیں ملتی۔ ہم نے انہیں قریب سے دیکھا ہے۔

کئی ملاقاتیں کی ہیں۔ پرائیویٹ تبادلہ خیالات کیا ہے۔ مسلم قوم کے لیے تو ان کا وجود سراپا قربانی تھا۔ پھر کہنے لگے کہ ایک دفعہ مجھے راتوں رات قادیان جا کر حضرت صاحب سے مشورہ کرنا پڑا۔ وہ سفر اب بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔ انسانیت کے لیے اس شخص کے دل میں بڑا درد تھا۔ یعنی حضرت مصلح موعودؑ کے دل میں بڑا درد تھا۔ اور جہاں کہیں مسلم قوم کی بہتری اور بہبودی کا معاملہ درپیش ہوتا آپ کی قابل عمل تجاویز ہمارا حوصلہ بڑھانے کا موجب بنتیں۔ ایسے مواقع پر آپ کا رُواں رُواں قومی درد سے تڑپ اٹھتا تھا۔ فرقہ بازی کا تعصب میں نے اس وجود میں نام کو نہیں دیکھا۔ مرزا صاحب بلا کے ذہین تھے۔

**پیشگوئی کے الفاظ ہیں ذہین و فہیم ہوگا۔ غیر از جماعت بھی اس کی گواہی دے رہا ہے۔**

پھر سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہنے لگے کہ میں نے پاک و ہند میں سیاسی نہ مذہبی لیڈر ایسا دیکھا ہے جس کا دماغ پر کیٹیکل پالیٹکس میں ایسا کام کرتا ہے جیسا مرزا صاحب کا دماغ کام کرتا تھا۔ بے لوث مشورہ، واضح تجویز اور پھر صحیح خطوط پر لائحہ عمل یہ ان کی خصوصیت تھی۔ مجھے ان کی وفات پر بڑا صدمہ ہوا۔ کہنے لگے میں نے اسماعیل صاحب پانی پتی کو تعزیت کا خط بھیجا ہے۔ اس خط میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ وہ حضرت صاحب سے متعلقہ تعزیتی فقرات کو شائع بھی کر سکتے ہیں۔

پھر کہتے ہیں افسوس! مسلمانوں نے مرزا صاحب کی قدر نہیں کی۔ سخت مخالفت کی آندھیوں کے باوجود میں

نے مرزا صاحب کو کبھی افسردہ اور سرد مہر نہیں دیکھا۔ مرزا صاحب کے دل کی شمع ہمیشہ روشن رہی۔ ہم یاس و افسردگی کی تصویر بنے ان سے ملاقات کے لیے جاتے اور جب باہر آتے تو یوں معلوم ہوتا کہ ناامیدی کے بادل چھٹ گئے ہیں اور مقصد میں کامیابی سامنے نظر آرہی ہے۔ وزنی دلیل دیتے اور قابل عمل بات کرتے اور پھر اسی پر بس نہیں ہر نوع کی قربانی اور تعاون کی پیشکش بھی ساتھ ہوتی جس سے ہم میں جرأت اور حوصلہ کے جذبات پیدا ہوتے۔

(ماخوذ از ماہنامہ خالد سیدنا مصلح موعود نمبر جون جولائی 2008ء صفحہ 325، 326)

### حضرت مصلح موعودؑ کے ایک لیکچر کا جناب لالہ کنور سین صاحب پر اثر:

پھر جناب لالہ کنور سین صاحب سابق چیف جج کشمیر آپ کے بارے میں ان کا ایک اظہار خیال ہے۔ لالہ کنور سین صاحب لالہ بھیم سین صاحب کے فرزند تھے۔ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؑ کی تقریر ”عربی زبان کا مقام اَلْسِنَةُ عَالَمٍ“ اور صاحب صدر کے شکر یہ کے بعد خاص طور پر شکر گزاری کے جذبات سے لبریز انگریزی میں ایک مؤثر تقریر فرمائی جس کا مفہوم یہ تھا، (حضرت مصلح موعودؑ کا ایک لیکچر تھا اس کو سننے کے بعد کہا)

کہ آج قابل لیکچر نے زبانِ عربی کی فضیلت پر جو دلچسپ اور معرکتہ آراء تقریر کی ہے، اسے سن کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ اور اس لحاظ سے بھی مجھے خوشی ہے کہ ذاتی طور پر میرے آپ سے تعلقات ہیں۔ چنانچہ ان کے والد ماجد سے میرے والد صاحب نے عربی سیکھی تھی۔ لالہ صاحب کے والد نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عربی سیکھی تھی۔ کہتے ہیں جب میں لیکچر سننے کے لیے آیا تو اس وقت میں نے خیال کیا کہ مضمون اس رنگ میں بیان کیا جائے گا جس طرح پرانی طرز کے لوگ بیان کرتے ہیں۔ کہنے لگے مشہور ہے کہ کسی عرب سے ایک دفعہ زبانِ عربی کی فضیلت کی وجہ دریافت کی گئی تو اس نے کہا اس کی فضیلت کی تین وجہ ہیں۔ پہلی یہ کہ میں عرب کا رہنے والا ہوں۔ یہ عربی کی فضیلت ہے۔ دوسری یہ کہ قرآن مجید کی زبان ہے۔ چلو یہ ماننے والی بات ہے۔ تیسری اس لیے کہ جنت میں بھی عربی بولی جائے گی۔ کہتے ہیں کہ میں سمجھتا تھا کہ شاید اس قسم کی باتیں زبانِ عربی کی فضیلت میں پیش کی جائیں گی مگر جو لیکچر دیا گیا وہ نہایت ہی عالمانہ اور فلسفیانہ شان اپنے اندر رکھتا ہے۔ میں جناب مرزا صاحب کو یقین دلاتا ہوں کہ میں نے ان کے لیکچر کے ایک ایک حرف کو پوری توجہ اور کامل غور کے ساتھ سنا ہے اور میں نے اس سے بہت ہی حظ اٹھایا اور فائدہ حاصل کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس لیکچر کا اثر مدتوں میرے دل پر قائم رہے گا۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 181)

حضرت مصلح موعودؑ کے جوابات سن کر ایک پادری جو اپنے آپ کو علوم کا ماہر سمجھتا تھا اسلام کی برتری کا

قائل ہو کر گیا:

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے پرائمری پاس بھی نہیں تھے۔ اس علم سے اللہ تعالیٰ نے انہیں پُر کیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا اور غیر بھی یہ تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکے۔ ایک امریکی پادری کے تاثرات سنیں۔ شیخ اسماعیل صاحب پانی پتی نے بیان کیا۔ مولوی عمر الدین صاحب شملوی نے ایک دفعہ ایک واقعہ سنایا۔ کہتے ہیں کہ

حضور کے خلیفہ ہونے کے چند ماہ بعد یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؑ 1914ء میں خلافت پر متمکن ہوئے تو چند ماہ بعد امریکہ کا ایک بڑا پادری قادیان آیا۔ جو بڑا عالم فاضل بھی تھا اور اپنے علم و فضل پر نازاں بھی تھا۔ قادیان پہنچ کر اس نے ہم لوگوں کے سامنے چند مذہبی سوالات پیش کیے جو نہایت وقیع اور بڑے اہم تھے اور ساتھ ہی کہا کہ میں امریکہ سے چل کے یہاں تک آیا ہوں اور میں نے مسلمانوں کی ہر مجلس میں بیٹھ کر ان سوالات کو دہرایا ہے مگر آج تک مجھے مسلمانوں کا بڑے سے بڑا عالم اور فاضل ان سوالوں کا تسلی بخش جواب نہیں دے سکا۔ میں یہاں ان سوالوں کو آپ کے خلیفہ صاحب کے سامنے پیش کرنے کے لیے خاص طور پر آیا ہوں۔ دیکھئے خلیفہ صاحب ان سوالوں کا کیا جواب دیتے ہیں۔

یہ بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ سوالات اتنے پیچیدہ اور عجیب قسم کے تھے کہ انہیں سن کر مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت صاحب ابھی بالکل نوجوان ہیں اور الہیات کی کوئی باقاعدہ تعلیم بھی انہوں نے نہیں پائی۔ عمر بھی چھوٹی ہے اور واقفیت بھی بہت تھوڑی ہے، وہ ان سوالوں کے جواب ہر گز نہیں دے سکیں گے اور اس طرح سلسلہ احمدیہ کی بڑی بدنامی اور سبکی ساری دنیا میں ہوگی کیونکہ جب حضرت صاحب ان سوالوں کے جواب نہ دے سکے تو یہ امریکن پادری واپس جا کر ساری دنیا میں اس امر کا پراپیگنڈہ کرے گا کہ احمدیوں کا خلیفہ کچھ بھی نہیں جانتا اور عیسائیت کے مقابلے میں ہر گز نہیں ٹھہر سکتا۔ وہ صرف نام کا خلیفہ ہے ورنہ علمیت خاک بھی نہیں رکھتا۔ کہتے ہیں اس صورت حال سے میں بہت پریشان ہوا۔ میں نے اس بات کی کوشش کی کہ وہ امریکن پادری حضرت صاحب سے نہ ملے اور ویسے ہی واپس چلا جائے مگر مجھے اس کوشش میں کامیابی نہیں ہوئی۔ وہ امریکن اس بات پر مصر رہا کہ میں ضرور خلیفہ صاحب سے مل کر جاؤں گا۔ ناچار میں گیا اور میں نے حضرت صاحب سے کہا کہ ایک امریکن پادری آیا ہے۔ آپ سے کچھ سوالات

پوچھنا چاہتا ہے۔ اب کیا کریں؟ اس پر حضرت صاحب نے بغیر توقف کے اور بلا تامل فرمایا کہ بلا لو اسے۔ ناچار میں اسے لے کر آ گیا۔ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دونوں کے درمیان ترجمان کہتے ہیں میں ہی تھا۔ وہ انگلش میں بول رہا تھا۔ آپ اردو میں جواب دے رہے تھے۔ یہ ترجمانی کر رہے تھے۔ کہتے ہیں امریکن پادری نے کچھ رسمی گفتگو کے بعد اپنے سوالات حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کیے جن کا ترجمہ میں نے آپ کو سنا دیا۔ حضرت صاحب نے نہایت سکون کے ساتھ ان سب سوالوں کو سنا اور پھر فوراً ان کے ایسے تسلی بخش جوابات دیے کہ میں سن کر حیران ہو گیا۔ مجھے ہر گز بھی یقین نہ تھا کہ ان سوالوں کے حضرت صاحب ایسے پُر معارف اور بے نظیر جواب دے سکیں گے۔ جب میں نے یہ جوابات انگریزی میں امریکن پادری کو سنائے تو وہ بھی حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ

میں نے آج تک ایسی معقول گفتگو اور ایسی مدلل تقریر کسی مسلمان کے منہ سے نہیں سنی۔ معلوم ہوتا ہے کہ

تمہارا خلیفہ بہت بڑا سکا ل رہے اور مذاہب عالم پر اس کی نظر بڑی گہری ہے۔ یہ کہہ کر اس نے بڑے ادب سے حضرت صاحب کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور واپس چلا گیا۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 163، 164)

یہ شان ہے پیشگوئی کے پورے ہونے کی۔ ایک پادری بھی جو اپنے آپ کو علوم کا ماہر سمجھتا تھا اسلام کی برتری کا قائل ہو کر گیا۔

**حضرت امام جماعت احمدیہؒ نے مسلمانوں کی نہایت ضرورت کے وقت دستگیری کی ہے؛ ایک گواہی:**

حضرت مصلح موعودؑ کی ایک کتاب ہے ”نہرو رپورٹ اور مسلمانوں کے مصالح“ اس کے متعلق ایک رائے دینے والے نے لکھا ہے کہ ”حضور کی اس بروقت راہنمائی سے مسلمانوں کے اونچے طبقے بہت ممنون ہوئے اور مسلمانوں کے سیاسی حلقوں میں اسے نہایت پسند کیا گیا اور بڑے بڑے مسلم لیڈروں نے تعریفی الفاظ میں اسے سراہا اور شکر یہ ادا کیا کہ حضرت امام جماعت احمدیہ نے مسلمانوں کی نہایت ضرورت کے وقت دستگیری کی ہے۔ چنانچہ کئی اصحاب نے حضرت مفتی محمد صادق صاحبؒ سے کہا کہ ”اصلی اور عملی کام تو آپ کی جماعت ہی کر رہی ہے اور جو تنظیم آپ کی جماعت میں ہے وہ اور کہیں نہیں دیکھی جاتی“ کلکتہ کے مخلص احمدی مسٹر دولت احمد خاں صاحب بی اے ایل ایل بی جائنٹ ایڈیٹر اخبار ”سلطان“ نے تبصرہ کو بنگالی میں ترجمہ کر کے اور ایک چھوٹی سی خوبصورت کتاب کی شکل میں ترتیب دے کر شائع کیا اور اہل بنگال میں اس کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ ایک معزز تعلیم یافتہ غیر احمدی نہرو رپورٹ

پر تبصرہ کا مطالعہ کرنے کے بعد اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے سیکرٹری ترقی اسلام کے نام ایک خط میں لکھا۔ ”میری طبیعت بہت چاہتی ہے کہ حضرت خلیفہ صاحب کو دیکھوں اور ان کی زیارت کروں کیونکہ میرے دل میں ان کی بہت وقعت ہے... آپ برائے مہربانی حضرت صاحب کی خدمت میں اس احقر کا سلام عرض کر دیجئے اور یہ بھی کہہ دیجئے کہ ایک خادم کی طرف سے مبارکباد منظور فرمائیں کہ آپ نہایت خوش اسلوبی سے ایسے خطرناک حالات میں جن سے اسلام اس وقت گزر رہا ہے اس کو بچا رہے ہیں اور نہ صرف مذہبی خبرگیری کر رہے ہیں بلکہ سیاسی معاملات میں بھی مسلمانوں کی رہنمائی فرما رہے ہیں۔ میں نے جناب والا کے خیالات کو نہرورپورٹ کے متعلق پڑھا جس نے آپ کی وقعت کو میری آنکھوں میں اور بھی بڑھا دیا اور میں جہاں آپ کو ایک زبردست مذہبی عالم سمجھتا ہوں اس کے ساتھ ہی ایک ماہر سیاستدان بھی سمجھنے لگا ہوں۔“

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 71، 72)

**اخبار سیاست لاہور کا تبصرہ؛ آپ (حضرت مصلح موعودؑ) کا طرز بیان سلیس اور قائل کر دینے والا ہوتا ہے:**

اخبار سیاست لاہور سے شائع ہوتا تھا۔ 2 دسمبر 1930ء میں اس نے لکھا کہ:

”مذہبی اختلافات کی بات چھوڑ کر دیکھیں تو جناب بشیر الدین محمود احمد صاحب نے میدان تصنیف و تالیف میں جو کام کیا ہے وہ بلحاظ ضخامت و افادہ ہر تعریف کا مستحق ہے اور سیاست میں اپنی جماعتوں کو عام مسلمانوں کے پہلو بہ پہلو چلانے میں آپ نے جس اصول عمل کی ابتدا کر کے اس کو اپنی قیادت میں کامیاب بنایا ہے وہ بھی ہر منصف مزاج مسلمان اور حق شناس انسان سے خراج تحسین وصول کر کے رہتا ہے۔“

آپ کی سیاسی فراست کا ایک زمانہ قائل ہے اور نہرورپورٹ کے خلاف مسلمانوں کو مجتمع کرنے میں سائمن کمیشن کے روبرو مسلمانوں کا نکتہ نگاہ پیش کرنے میں مسائل حاضرہ پر اسلامی نکتہ نگاہ سے مدلل بحث کرنے اور مسلمانوں کے حقوق کے استدلال سے مملو کتابیں شائع کرنے کی صورت میں ”یعنی دلیلوں سے بھری ہوئی کتابیں شائع کرنے کی صورت میں“ آپ نے بہت ہی قابل تعریف کام کیا ہے۔ زیر بحث کتاب سائمن رپورٹ پر آپ کی تنقید ہے جو انگریزی زبان میں لکھی گئی ہے جس کے مطالعہ سے آپ کی وسعت معلومات کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کا طرز بیان سلیس اور قائل کر دینے والا ہوتا ہے۔ آپ کی زبان بہت شستہ ہے۔“

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 219)

عراق کے حالات پر آل انڈیا ریڈیو سٹیشن لاہور سے تقریر: قوم کو اسیری سے نجات دلانے کی آپ کی ایک کوشش:

عراق کے حالات پر حضرت مصلح موعودؑ نے ایک تقریر فرمائی جو آل انڈیا ریڈیو سٹیشن لاہور سے 25 مئی 1941ء کو نشر ہوئی۔ اس کے متعلق رائے ہے اس تقریر کا محرک دوسری جنگ عظیم کے دوران جرمنی اور اٹلی کا عراق پر حملہ آور ہونا تھا۔ دہلی کے مشہور سکھ اخبار ریاست 2 جون 1941ء نے اس پر حسب ذیل تبصرہ کیا۔ کہتا ہے کہ:

”غلام اقوام اور غلام ممالک کے کیریگٹر کا سب سے کمزور پہلو یہ ہوتا ہے کہ ان کے افراد اخلاقی سچائی اور جرأت سے محروم ہو جاتے ہیں اور چا پلوسی، جھوٹ، خوشامد اور بزدلی کی سپرٹ ان میں نمایاں ہو جاتی ہے۔“ پھر مثال دے رہا ہے کہ ”عراق کا رشید علی برطانوی حکومت یا برطانوی رعایا کے نکتہ نگاہ سے غلطی پر ہو یا اس کا برطانیہ سے جنگ کرنا غیر مناسب ہو مگر اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ شخص اپنے ملک کی سیاسی آزادی کے لئے لڑ رہا ہے اور اس کو کسی قیمت پر بھی اپنے ملک کا غدار یا ٹریٹر قرار نہیں دیا جاسکتا مگر ہمارے غلام ملک کے والیان ریاست اور لیڈروں کا کیریگٹر دیکھئے جو وائی ریاست عراق کے متعلق تقریر کرتا ہے۔ رشید علی کو غدار کہہ کر پکار رہا ہے۔ اور جو لیڈر جنگ کے متعلق بیان دیتا ہے سب سے پہلے وہ رشید علی کو ٹریٹر قرار دیتا ہے اور پھر اپنے بیان کی بسم اللہ کرتا ہے اور ان والیان ریاست اور لیڈروں کا کیریگٹر“ یعنی یہ مسلمان یا ہندوستان سمیت بعض دوسرے بھی جو لیڈر ہیں، ان لیڈروں کا کیریگٹر ”غلامی کے باعث اس قدر پست ہے کہ یہ غلط خوشامد اور چا پلوسی کو ہی ملک یا حکومت کی خدمت سمجھ رہے ہیں۔ ہمارے والیان ریاست اور لیڈروں کی اس احقانہ خوشامد کی موجودگی میں قادیان کی احمدی جماعت کے پیشوا کی اخلاقی جرأت آپ کا بلند کیریگٹر اور آپ کی صاف بیانی دلچسپی اور مسرت کے ساتھ محسوس کی جائے گی جس کا اظہار آپ نے پچھلے ہفتہ اپنی ریڈیو کی ایک تقریر میں کیا۔“ (تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 239 تا 244) یہ قوم کو اسیری سے نجات دلانے کی آپ کی ایک کوشش ہے۔

پاکستان کے قیام، استحکام اور اس کی تعمیر و ترقی کے ہر مرحلے پر حضرت مصلح موعودؑ کی نمایاں خدمات؛

مولانا محمد علی جوہر صاحب کے اس سلسلہ میں تاثرات:

مولانا محمد علی جوہر صاحب ہیں۔ 1878ء میں یہ پیدا ہوئے۔ 1931ء میں ان کی وفات ہوئی۔ رام پور میں پیدا ہوئے تھے۔ کلکتہ سے انہوں نے ہفتہ وار اخبار کامریڈ جاری کیا۔ دہلی میں ہمدرد کے نام سے اردو میں بھی اخبار کا اجرا کیا۔ 1923ء میں آل انڈیا کانگریس کے صدر بنائے گئے۔ گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے لندن گئے۔ وہیں

4 جنوری 1931ء کو ان کا انتقال ہو گیا۔

(ماخوذ از مولانا محمد علی جوہر (حیات و خدمات) از ڈاکٹر ندیم شفیق ملک صفحہ 15، 30، 33، 41، 45 تا 48)

پاکستان کے قیام، استحکام اور اس کی تعمیر و ترقی کے ہر مرحلے پر حضرت مصلح موعودؑ کی خدمات نمایاں تھیں۔ آج یہ کہتے ہیں ناں کہ احمدیوں نے کیا کیا؟ یہ تو خود غیر تسلیم کر رہے ہیں کہ نمایاں خدمات تھیں۔ مولانا محمد علی جوہر صاحب نے اس سلسلہ میں اپنے تاثرات اپنے اخبار ہمدرد 26 ستمبر 1927ء میں درج فرمائے۔ لکھتے ہیں کہ:

”ماشکر گزاری ہوگی کہ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد اور ان کی اس منظم جماعت کا ذکر ان سطور میں نہ کریں جنہوں نے اپنی تمام تر توجہات بلا اختلاف عقیدہ تمام مسلمانوں کی بہبودی کے لئے وقف کر دی ہیں۔ یہ حضرات اس وقت اگر ایک جانب مسلمانوں کی سیاسیات میں دلچسپی لے رہے ہیں۔“ یعنی مرزا بشیر الدین محمود احمد اور ان کی جماعت۔ ”تو دوسری طرف مسلمانوں کی تنظیم، تبلیغ و تجارت میں بھی انتہائی جدوجہد سے منہمک ہیں۔“ یہ احمدیوں کا کردار ہے ”اور وہ وقت دور نہیں جبکہ اسلام کے اس منظم فرقہ کا طرز عمل“ سنیں کہتے ہیں وہ وقت دور نہیں جب اسلام کے اس منظم فرقے کا طرز عمل ”سواد اعظم اسلام کے لئے بالعموم اور ان اشخاص کے لئے بالخصوص جو بسم اللہ کے گنبدوں میں بیٹھ کر خدمات اسلام کے بلند بانگ و در باطن ہیچ دعاوی کے خوگر ہیں مشعل راہ ثابت ہو گا۔“

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 622)

بڑے بڑے منبروں میں بیٹھ کے دعوے کرتے ہیں۔ ہم مذہبی لیڈر بن کے ظاہر میں بڑے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں لیکن کہتا ہے در باطن ہیچ دعاوی کے خوگر ہیں۔ لیکن اندرونی طور پر یہ صرف ان کے دعوے ہیں۔ بڑے گھٹیا قسم کے دعوے ہیں۔ ان کے لیے یہ لوگ مشعل راہ ثابت ہوں گے۔ یہ دن کسی وقت آئے گا دیکھ لینا۔ یہ ہے انصاف پسند علماء کی رائے۔ آجکل کے علماء جو احمدیوں کو پاکستان اور اسلام کا دشمن کہتے ہیں انہیں اس آئینے میں اپنا چہرہ دیکھنا چاہیے کہ اسلام کا دردمند احمدی رکھتے ہیں یا یہ نام نہاد علماء۔

سید حبیب صاحب ایک شخصیت ہیں۔ 1891ء میں پیدا ہوئے۔ اردو کے مشہور اور ممتاز اخبار نویس تھے۔ رسالہ پھول اور تہذیب نسواں کے مدیر مقرر ہوئے۔ اخبار نقاش اور پھر ”سیاست“ اور روزنامہ ”غازی“ جاری کیا۔ نہایت بے باک اور نڈر اخبار نویس تھے۔ 1951ء میں ان کی وفات ہوئی۔

(ماخوذ از یارانِ کہن از عبدالمجید سالک صفحہ 189 تا 200 زیر ”سید حبیب“)

آل انڈیا کشمیر کمیٹی جس کا قیام 25 جولائی 1931ء کو عمل میں آیا تھا۔ جب حضرت مصلح موعودؑ نے اس کمیٹی

کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا۔ شروع میں جب کمیٹی بنی تھی تو حضرت مصلح موعودؑ کو سب مسلمانوں کی طرف سے متفقہ طور پر صدر بنایا گیا تھا۔ بہر حال حضرت مصلح موعودؑ نے ایک وقت میں آکے اس کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا تو سید حبیب صاحب نے اپنے اخبار سیاست لاہور کی اشاعت 18 مئی 1933ء میں لکھا: ”میری دانست میں اپنی اعلیٰ قابلیت کے باوجود ڈاکٹر اقبال“ یعنی ڈاکٹر علامہ اقبال صاحب ”اور ملک برکت علی صاحب دونوں اس کام کو چلا نہیں سکیں گے اور یوں دنیا پر واضح ہو جائے گا کہ جس زمانہ میں کشمیر کی حالت نازک تھی اس زمانہ میں جن لوگوں نے اختلاف عقائد کے باوجود مرزا صاحب کو صدر منتخب کیا تھا انہوں نے کام کی کامیابی کو زیر نگاہ رکھ کر بہترین انتخاب کیا تھا۔ اُس وقت اگر اختلاف عقائد کی وجہ سے مرزا صاحب کو منتخب نہ کیا جاتا تو یہ تحریک بالکل ناکام رہتی اور امت مرحومہ کو سخت نقصان پہنچتا۔ میری رائے میں مرزا صاحب کی علیحدگی کمیٹی کی موت کے مترادف ہے۔ مختصر آئیہ کہ ہمارے انتخاب کی موزونیت اب دنیا پر واضح ہو جائے گی۔“

(ماہنامہ خالد سیدنا مصلح موعودؑ نمبر جون جولائی 2008ء صفحہ 323، 324)

اب پتلاگ جائے گا کہ مرزا صاحب نے کیا کام کیا تھا اور ڈاکٹر علامہ صاحب کیا کام کرتے ہیں اور ان کی کمیٹی جو ان کے بغیر ہے کیا کام کرتی ہے۔ اور پھر دنیا نے دیکھ لیا کہ کیا ہوا۔ سب کچھ سامنے ہے۔ یہ کام آپ نے کیوں کیا؟ اس لیے کہ اسیروں کی رستگاری کا درد آپ میں تھا اور آپ نے اس کا موجب بنا تھا۔ آپ نے صدارت تو چھوڑ دی تھی اور بعد میں بھی کمیٹی کا کافی کام کیا لیکن اس درد کی وجہ سے پیچھے رہ کر ہر ممکن مدد جو آپ کر سکتے تھے کی اور اس کی تاریخ گواہ ہے۔

پھر مولانا عبد الماجد دریا آبادی صاحب ہیں۔ 1892ء میں یہ پیدا ہوئے۔ ہندوستان کے ایک اردو ادیب، قلم کار، محقق اور مفسر قرآن بھی تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؑ کے وصال پر مولانا عبد الماجد صاحب نے اپنے اخبار صدق جدید لکھنؤ کی 18 نومبر 1965ء کی اشاعت میں لکھا کہ دوسرے عقیدے ان کے جیسے بھی ہوں، قرآن و علوم قرآنی کی عالمگیر اشاعت اور اس کی آفاق گیر تبلیغ میں جو کوششیں انہوں نے سرگرمی اور اولوالعزمی سے اپنی طویل عمر میں جاری رکھیں ان کا صلہ اللہ تعالیٰ انہیں عطا فرمائے۔ یہ خود مفسر قرآن ہیں اور یہ بات مصلح موعودؑ کے بارے میں بیان فرما رہے ہیں۔ اور ان خدمات کے طفیل میں ان کے ساتھ عام معاملہ درگزر کا فرمائے۔ خیر آگے لکھتے ہیں کہ علمی حیثیت سے قرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح و تبیین اور ترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بلند و ممتاز مرتبہ ہے۔

(ماخوذ از ماہنامہ انصار اللہ حضرت مصلح موعودؑ نمبر مئی، جون، جولائی 2009ء صفحہ 879)



ایک مفسر قرآن جو مسلمانوں کے ہیں خود یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ علمی حیثیت سے قرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح اور تبیین اور ترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بلند و ممتاز مرتبہ ہے۔ اختلاف عقیدہ کے باوجود جس میں وہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہوں گے حضرت مصلح موعودؑ کی خدمت قرآن و اسلام کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکے۔

جب اللہ تعالیٰ نے علوم ظاہری و باطنی سے پُر کرنے کا وعدہ دیا تھا تو پھر کون آپ جیسے علوم و معارف اپنے وقت میں بتا سکتا تھا بلکہ بعد میں آنے والے بھی آپ کے علوم سے ہی خوشہ چینی کریں گے تبھی صحیح رستے پر چلتے جائیں گے۔

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال صاحب ان کے حوالے سے جماعت کے خلاف بہت باتیں ہوتی ہیں لیکن ان کی یہ باتیں بھی ریکارڈ میں موجود ہیں۔ 24 مارچ 1927ء کو لاہور میں ایک جلسہ ہوا جس کی صدارت علامہ اقبال نے کی۔ حضرت مصلح موعودؑ نے وہاں تقریر فرمائی۔ اس کے بعد علامہ صاحب نے کہا: ”ایسی پر از معلومات تقریر بہت عرصے کے بعد لاہور میں سننے میں آئی ہے۔ خاص کر جو قرآن شریف کی آیات سے مرزا صاحب نے استنباط کیا ہے وہ تو نہایت ہی عمدہ ہے۔ میں اپنی تقریر کو زیادہ دیر تک جاری نہیں رکھ سکتا مجھے اس تقریر سے جو لذت حاصل ہو رہی ہے“ یعنی حضرت مصلح موعودؑ کی تقریر سے جو لذت حاصل ہو رہی ہے ”وہ زائل نہ ہو جائے۔“

(الفضل 15 فروری 1999ء صفحہ 6)

سید عبدالقادر صاحب ایم اے تاریخ کے پروفیسر تھے۔ پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور تھے۔ 1919ء میں حضرت مصلح موعودؑ نے ”اسلام میں اختلافات کا آغاز“ پہ لاہور میں ایک لیکچر دیا تھا۔ بڑا معرکہ آراء لیکچر تھا۔ یہ صدارت کر رہے تھے۔ صدارتی خطاب میں سید عبدالقادر صاحب نے بیان کیا کہ فاضل باپ کے فاضل بیٹے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کا نام نامی اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ یہ تقریر نہایت عالمانہ ہے۔ مجھے بھی اسلامی تاریخ سے کوئی شدہ بدھ ہے اور میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ کیا مسلمان اور کیا غیر مسلمان بہت تھوڑے مورخ ہیں جو حضرت عثمانؓ کے عہد کے اختلافات کی تہ تک پہنچ سکے اور اس مہلک اور پہلی خانہ جنگی کے فتنہ کے اسباب سمجھنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کو نہ صرف خانہ جنگی کے فتنہ کے اسباب سمجھنے میں کامیابی ہوئی ہے بلکہ انہوں نے نہایت واضح اور مسلسل پیرائے میں ان واقعات کو بیان فرمایا ہے جن کی وجہ سے ایوان خلافت مدت تک تزلزل میں رہا۔ میرا خیال ہے ایسا مدلل مضمون اسلامی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے احباب کی نظر سے پہلے نہیں گزرا ہو گا۔

(ماخوذ از الفضل 15 فروری 2002ء صفحہ 13)

... چودھری محمد اکبر خان بھٹی صاحب ایڈووکیٹ ہائی کورٹ ہیں۔ کہتے ہیں:

”ایک واقعہ کا ذکر کرنا بھی شاید بے محل نہ ہو گا۔ ایک ہفتہ وار رسالہ تھا ”پارس“، اس کے ایڈیٹر ”لالہ کرم چند ایک دفعہ اخبار نویسوں کے وفد کے ساتھ قادیان کے سالانہ اجلاس میں شامل ہوئے۔ وہاں سے واپس آئے تو یکے بعد دیگرے کئی مضامین میں مرزا بشیر الدین محمود صاحب کی قیادت، فراست اور شخصیت کا ذکر ایسے پیرائے میں کیا کہ مخالفوں میں کھلبلی مچ گئی۔ مجھے خود کہنے لگے۔ ہم تو ظفر اللہ کو بڑا آدمی سمجھتے تھے۔ (سر ظفر اللہ ان دنوں میں وائسرائے کے ایگزیکٹو کونسل کے ممبر تھے) مگر مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے سامنے اس کی حیثیت“ یعنی ظفر اللہ خان صاحب کی حیثیت ”طفل مکتب کی ہے۔ وہ ہر معاملے میں ان سے بہتر رائے رکھتا ہے“ یعنی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ہر معاملے میں ظفر اللہ خان صاحب سے بہتر رائے رکھتے ہیں ”اور بہترین دلائل پیش کرتا ہے۔ اس میں بے پناہ تنظیمی قابلیت ہے۔ ایسا آدمی باسانی کسی ریاست کو بام عروج تک لے جاسکتا ہے... تقسیم ملک کے بعد مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے لاء کالج لاہور میں ملکی ترقی کے امکانات پر چند تقریریں کی تھیں۔ ان تقریروں میں انہوں نے ایک فاضل یونیورسٹی لیکچرار کی طرح نقشہ جات، بلیک بورڈ اور گراف کی امداد سے بعض نکات کی وضاحت کی تھی۔ مجھے ایک نکتہ یاد ہے۔“ یہ لکھنے والے کہتے ہیں ”مجھے ایک نکتہ یاد ہے اور وہ یہ کہ“ انہوں نے کہا کہ ”افسوس ہے کہ تقسیم ملک سے پہلے ان جزائر کی طرف توجہ نہ دی گئی جو ساحل ہند کے ساتھ ساتھ واقع ہیں۔ لکادیپ اور سرندیپ، بالادیپ وغیرہ۔ ان ساحلی جزیروں کی آبادی اکثر و بیشتر مسلمانوں پر منحصر ہے اور ان کی اہمیت دفاعی نکتہ نگاہ سے بہت زیادہ ہے۔ ارشادات سن کر سامعین میں عام تاثر یہ پایا جاتا تھا کہ کاش تقسیم کی کارروائی کے وقت خلیفہ صاحب کا اشتراک عمل حاصل کر لیا جاتا۔ بے جاتعصب اور خود فریبی نے قومی سطح پر مرزا بشیر الدین محمود احمد کی خداداد صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع ہاتھ سے کھو دیا... ایک حج نے نجی صحبت میں اعتراف کیا کہ انہیں اپنی ساری فضیلت کے باوجود ان مافوق الفطرت مسائل کے متعلق رتی بھر واقفیت نہیں تھی۔ مرزا محمود احمد کی توضیحات کو سن کر ان کے چودہ طبق روشن ہو گئے اور پہلی بار اسلامی نظریات کا صحیح صحیح علم ہوا۔“ (الفضل انٹرنیشنل 16 تا 22 فروری 2018ء صفحہ 3)

پس مصلح موعود ہی ہیں جنہوں نے پہلے بھی اور بعد میں بھی پاکستان کے وجود کے قیام کے لئے اعلیٰ ترین رائے پیش کیں اور پڑھے لکھے لوگوں کے بھی دماغ روشن کر دیے۔ ہوش و حواس ان کو بھول گئے۔ ان کو یہ بھول ہی گیا اور وہ اپنے آپ کو بالکل ہی طفل مکتب سمجھنے لگے کہ ہمیں تو ان باتوں کا پتا ہی نہیں تھا۔

اخبار العمران دمشق جب حضرت مصلح موعودؑ نے وہاں دورہ کیا تو 10 اگست 1924ء میں بعنوان ”مہدی دمشق میں“ لکھتا ہے کہ:

”ابھی آپ کے دار الخلافہ میں تشریف لانے کی خبر شائع ہوئی تھی کہ بہت سے علماء اور فضلاء جو وہاں شام کے تھے ”آپ کے ساتھ گفتگو کرنے اور آپ کی دعوت کے متعلق آپ سے مناظرہ و مباحثہ کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں پہنچ گئے“ اور پھر کیا ہوا، کہتا ہے لکھنے والا ”اور انہوں نے آپ کو نہایت عمیق ریسرچ رکھنے والا عالم اور سب مذاہب اور ان کی تاریخ و فلسفہ کا گہرا مطالعہ رکھنے والا اور شریعت الہیہ کے حکمت و فلسفہ کی واقفیت رکھنے والی شخصیت پایا۔“ (روزنامہ الفضل 17 فروری 1972ء صفحہ 10) یہ ایک عرب اخبار کی گواہی ہے۔

اسرائیل کے قیام کی منصوبہ بندی اور پھر قیام پر جب منصوبہ بندی ہو رہی تھی اور پھر اس کے قیام کے بعد بھی آپ نے مذہبی اور تاریخی تناظر میں مسلمانوں کو حقائق بتا کر ہوشیار کرنے کی کوشش کی۔ بعد میں بھی کرتے رہے۔ اس ضمن میں آپ نے ایک مضمون ”الْكَفْرُ مِلَّةٌ وَاحِدَةٌ“ لکھا۔ اور اس کا عربی ترجمہ کر کے اسے عرب تک بھی پھیلا دیا گیا اور عربوں کو اور مسلم دنیا کو کہا کہ اب بھی ہوشیار ہو جاؤ۔ اس مضمون کو کئی عرب اخبارات نے بھی بیان کیا اور سراہا بھی۔ آپ نے اپنے تحفظات کا اظہار کیا تھا، خدشات کا بیان کیا تھا اور جن نتائج کے پیدا ہونے کا اظہار کیا تھا آج وہی نتائج ہم دیکھ رہے ہیں۔ اور آج جنگ میں نظر آرہے ہیں جو آپ نے بیان کیے تھے۔ کاش کہ مسلمان اس وقت بھی توجہ کرتے اور آج بھی توجہ کریں۔

اس بارے میں الشوریٰ بغداد کا ایک اخبار ہے اس نے 18 جون 1948ء کے پرچے میں تفصیل لکھی۔ اسی طرح اخبار ”الفباء“ دمشق شائع ہوتا ہے اس نے بھی اس مضمون کو خوب سراہا۔

یہ ایک ایسا مضمون ہے جو احمدیوں کو بھی پڑھ لینا چاہیے، ان کی بہت ساری معلومات میں اضافہ ہوگا۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 12 صفحہ 391, 393)

... م ش صاحب ایک مشہور صحافی اور سیاستدان تھے۔ قلمی نام ان کا ”م۔ ش“ تھا۔ اصل نام میاں محمد شفیع تھا۔ حضرت مصلح موعودؑ کی وفات پہ انہوں نے ”لاہور کی ڈائری“ میں لکھا کہ ”مرزا بشیر الدین محمود احمد نے 1914ء میں خلافت کی گدی پر متمکن ہونے کے بعد جس طرح اپنی جماعت کی تنظیم کی اور جس طرح صدر انجمن احمدیہ کو ایک فعال اور جاندار ادارہ بنایا اس سے ان کی بے پناہ تنظیمی قوت کا پتہ چلتا ہے۔ اگرچہ ان کے پاس کسی یونیورسٹی کی ڈگری

نہیں تھی لیکن انہوں نے پرائیویٹ طور پر مطالعہ کر کے اپنے آپ کو واقعی علامہ کہلانے کا مستحق بنا لیا تھا۔ انہوں نے ایک دفعہ ایک انٹرویو میں مجھے بتایا تھا کہ میں نے انگریزی کی مہارت ”سول اینڈ ملٹری گزٹ“ کے باقاعدہ مطالعہ سے حاصل کی۔ ان کے ارشاد کے مطابق جب تک یہ اخبار خواجہ نذیر احمد کے دور ملکیت میں بند نہیں ہو گیا انہوں نے اس کا باقاعدہ مطالعہ جاری رکھا۔ مرزا صاحب ایک نہایت سلجھے ہوئے مقرر اور مجھے ہوئے نثر نگار تھے اور ہر ایک اس موقع کو بلا درلغ استعمال کرتے تھے جس سے جماعت کی ترقی کی راہیں کھلتی ہوں۔ جماعتی نکتہ نگاہ سے ان کا یہ ایک بڑا کارنامہ تھا کہ تقسیم برصغیر کے بعد جب قادیان ان سے چھن گیا تو انہوں نے ربوہ میں دوسرا مرکز قائم کر لیا۔“

(روزنامہ الفضل 11 دسمبر 1965ء صفحہ 5)

پھر The Light جو غیر مبائعین کا ترجمان اخبار ہے اس نے حضرت مصلح موعودؑ کی وفات پہ لکھا۔ اس کا

### A great Nation Builder

عنوان یہ تھا۔

انہوں نے نومبر 1965ء کے شمارے میں لکھا ہے کہ:

”امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کی وفات انتہائی طور پر پُر راز واقعات ایک ایسی زندگی کے اختتام پر منبج ہوئی ہے جو دُرّس نتائج کے حامل، بے شمار عظیم الشان کارناموں اور مہمات سے لبریز تھی۔ آپ علوم و فنون پر حاوی ایک نابغہ روزگار وجود اور بے پناہ قوتِ عمل سے مالا مال شخصیت تھے۔ گذشتہ نصف صدی کے دوران دینی علم و فضل سے لے کر تبلیغ و اشاعت اسلام کے نظام تک اور مزید برآں سیاسی قیادت تک فکر و عمل کا بمشکل ہی کوئی ایسا شعبہ ہو گا جس پر مرحوم نے اپنے منفردانہ اثر کا گہرا نقش نہ چھوڑا ہو۔ دنیا بھر میں پھیلا ہوا اسلامی مشنوں کا ایک جال اطراف و جوانب میں تعمیر ہونے والی مساجد اور عرصہ دراز سے قائم شدہ عیسائی مشنوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے والی تبلیغ اسلام کا افریقہ میں وسیع و عمیق نفوذ، یہ وہ کارہائے نمایاں ہیں جو مرحوم کی تخلیقی منصوبہ بندی، تنظیمی صلاحیت اور انتھک جدوجہد کے حق میں ایک مستقل اور پائیدار یادگار کی حیثیت رکھتے ہیں۔“

حالیہ زمانہ میں بمشکل ہی انسانوں کا کوئی اور ایسا لیڈر ہو ا ہو گا جو اپنے متبعین کی اتنی پُر جوش محبت اور جاں نثاری کا مستحق ثابت ہو ا ہو۔ پھر آپ کے متبعین کی طرف سے پُر جوش محبت اور جاں نثاری کا اظہار صرف آپ کی حیات تک ہی محدود نہ تھا بلکہ اس کے بعد بھی اس کا اظہار اسی شدت سے ہوا جبکہ ملک کے تمام حصوں سے ساٹھ ہزار لوگ اپنے جد اہونے والے امام کو آخری نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لئے دیوانہ وار دوڑے چلے آئے۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ

میں مرزا صاحب کا نام ایک ایسے عظیم معمار قوم کے طور پر زندہ رہے گا جس نے شدید مشکلات کے علی الرغم ایک متحد و مربوط جماعت قائم کر دکھائی اور اسے ایک ایسی قوت بنا ڈالا کہ جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔“

(تاریخ احمدیت جلد 23 صفحہ 182)

باوجود اختلاف کے غیر مبائعین کا اخبار بھی اس طرز کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکا کہ آپ ایک عظیم لیڈر تھے۔

بہر حال یہ بھی ان لوگوں کا کھلے دل کا اظہار ہے۔

آپ کے بارے میں اس طرح کے بے شمار غیروں کے تبصرے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے مختلف موضوعات پر جماعت کو، عمومی طور پر مسلمانوں کو بھی نصائح فرمائی ہیں، راہنمائی فرمائی ہے۔ وہ کئی مضمون ہیں۔ کئی کتابیں ہیں۔ کئی ضخیم جلدوں پر یہ مشتمل ہیں۔ کچھ شائع ہو گئی ہیں کچھ شائع ہونے والی ہیں۔ تقریروں کی جلدیں ہی پینتیس چھتیس ہو گئی ہیں۔ خطبات چھپیں ستائیس یا اٹھائیس ہو گئے ہیں۔ تو بہر حال آپ نے بہت نصائح فرمائی ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ کسی سکول، کسی مدرسہ، کسی کالج، یونیورسٹی میں نہ پڑھنے کے باوجود جو علم قرآن اللہ تعالیٰ نے آپ کو

عطا فرمایا تھا اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس بارے میں بھی غیروں نے بے شمار تبصرے کیے ہوئے ہیں جو گذشتہ سالوں میں  
میں بیان کر چکا ہوں اور اب جو پرانے ریکارڈ میں سے غیر مطبوعہ نوٹس یا خطبات اور تقریروں میں سے جو تفسیریں قرآن کریم کی مل رہی ہیں وہ ابھی چھپی نہیں ہوئیں۔ تفسیر کبیر میں وہ نہیں آئیں۔ جو تفسیر کبیر کے دس Volume ہیں ان سے تقریباً دو گنے سے زیادہ ہیں۔ ان کی بھی ان شاء اللہ تعالیٰ جلد اشاعت ہو جائے گی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا۔ اس پیشگوئی کو پورا فرمایا اور یہ جو پیشگوئی حضرت مصلح موعودؑ ہے یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی عظیم پیشگوئیوں میں سے ایک ہے اور ہمارے ایمان کو بڑھانے کا ذریعہ ہے۔

بہت سی کتب کی اشاعت انگریزی زبان میں بھی ہو چکی ہے۔ جن کو اردو نہیں آتی انہیں اس علمی خزانہ سے

استفادہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ پہلے بھی میں کہتا رہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس علمی خزانے سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔“

(از خطبہ جمعہ فرمودہ 23 فروری 2024ء۔ روزنامہ الفضل انٹرنیشنل جلد 31 شماره 65 مورخہ 15 مارچ 2024ء صفحہ 2 تا 8)

## بشارات احمد مصطفیٰ محمد مجتبیٰ رحمت عالم وعالمیان صلی اللہ علیہ وسلم

از افاضات حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ

### تیسری بشارت

”خدا سینا سے نکلا اور سعیر سے چکا۔ اور فاران کے پہاڑ سے ظاہر ہوا۔ اُس کے ہاتھ میں شریعت ہے۔ ساتھ لشکر ملائکہ کے آیا۔ توریت کتاب 5 (استثنا) باب 33 (آیت) 2  
 آئے گا اللہ جنوب سے اور قدوس فاران کے پہاڑ سے آسمان کو جمال سے چھپا دیا۔ اُس کی ستائش سے زمین بھر گئی۔  
 حبقوق باب 3 (آیت) 3  
 سینا سے موسیٰ جیسا بادشاہ صاحب شریعت ظاہر و باطن نکلا۔ سعیر سے جس کے پاس بیت لحم اور ناصرہ ہے، مسیح ظاہر ہوا۔

قرآن نے اس پیشینگوئی کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بیان کیا ہے۔ دیکھو۔

وَالْتَيْنِ وَالذُّيُوتُونَ۔ وَطُورِ سَيْنِينَ۔ وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ۔ (التین: 2 تا 4)

قسم انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینین کی اور اس شہر امن والے کی۔

ان تین مقامات کی خصوصیت نہایت غور کے قابل ہے۔ عہد عتیق میں اس تخصیص کی وجہ مفصل مذکور ہوئی تھی۔ قرآن کا طرز ہے کہ جس بات کی تفصیل عہد عتیق و جدید میں نہ ہو۔ اسکی تفصیل کرتا ہے اور جس کا بیان وہاں مفصل ہو، اس کی طرف مجمل اشارہ کرتا ہے۔ اب دیکھو قرآن نے مسیح کے مبدائے ظہور کو تین اور زیتون سے تعبیر فرمایا۔ اس

کی وجہ یہ ہے کہ زیتون کے پہاڑ کے پاس مسیح نے ایک گدھے کا بچہ منگوایا۔ اور اس کے ذریعے سے اپنی نسبت ایک بڑی پیشینگوئی کو ثابت کیا۔ دیکھو لو قاباب 19 (آیت) 30، متی باب 21 (آیت) 2، مرقس باب 11 (آیت) 2 تین کے درخت کے پاس ایک معجزہ ظاہر کیا۔ دیکھو مرقس باب 11 (آیت) 14۔ اور انجیر کا نشان دینے پر ایک شخص ایمان لایا۔ یوحنا باب 1 (آیت) 48۔

وادی فاران اور دشت فاران کی تفسیر قرآن نے یہ فرمائی ہے کہ فاران سے شہر مکہ مراد ہے۔ جہاں مسیح جیسا بشیر اور نذیر نکلا۔ جس کی شریعت کی نسبت کہا گیا:

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيْتُ لَكُمْ الْاِسْلَامَ دِينًا۔ (المائدة: 4)

ترجمہ: آج میں نے پورا کر دیا تمہارے لیے دین کو تمہارے اور پوری کر چکا میں اور تمہارے نعمت کو اپنی اور پسند کیا میں نے تمہارے لئے دین اسلام کو۔

(1) فاران کے پہاڑ سے ایسا ظاہر ہوا کہ تمام دنیا اس کا لوہا مان گئی۔ اس کے داہنے ہاتھ میں شریعت روشن ہے۔ اُس کا لشکر ملائکہ کا لشکر ہے۔ اُس کے سبب خدا جنوب سے آیا۔ اُس کی ستائش سے زمین بھر گئی۔ موافق اور مخالف نے محمدؐ، محمدؐ یا احمدؐ، احمدؐ پکارا۔

اس سے زیادہ زمین اور ستائش سے اور کیا بھرتی۔ دشمن بھی محمدؐ کے نام سے پکارتے ہیں۔ پرانے عربی ترجموں میں ”اُس کی ستائش سے زمین بھر گئی“ کے بجائے یہ لفظ لکھے ہیں وَ اَهْتَلَاءِ الْاَرْضُ مِنْ تَحْمِيدِ اَحْمَدٍ اور بھر گئی زمین ستائش سے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی

نوٹ: محمدؐ بمعنی ستائش کیا گیا۔ اور احمدؐ بڑا ستائش کیا گیا۔ کیونکہ صیغہ اَفْعَلُ مبالغہ فاعل اور مفعول دونوں کے لیے آتا ہے۔

(2) سینا کی جنوبی حد سے فاران شروع ہوتا ہے۔ مکہ، مدینہ اور تمام حجاز فاران میں ہے۔

کون دنیا کی ابتدا سے سوائے نبی عربیؐ، صاحب شریعت ستائش کیا گیا یعنی محمدؐ یا احمدؐ کے (جو) فاران میں پیدا ہوا۔ (3) وادی فاطمہ (وادی فاطمہ مکے اور مدینے کے درمیان ایک پڑاؤ ہے۔ ملکی زبانی روایتوں کے رُو سے جو تواریخ قدیمہ کی جزو اعظم خیال کی جاتی ہیں یہ ثبوت بھی عجیب ثبوت ہے) میں گل جذبیمہ یعنی پنچہ مریم<sup>1</sup> بیچنے والوں سے پوچھو کہ وہ پھول

<sup>1</sup> پنچہ مریم (cyclamen flower) یا مریم کی بوٹی ایک گھاس ہے جو پھولدار پودوں کی 23 انواع میں سے ایک جنس ہے۔

کہاں سے لاتے ہیں۔ تو لڑکے اور بچے بھی یہی کہیں گے کہ **مِنْ بَرِّيَّةٍ فَارَانَ** یعنی دشت فاران سے۔

(4) وہ کونسا فاران ہے۔ جس میں سے خدا ظاہر ہوا۔ جہاں سے مسیح کے بعد رسول نکلا۔ اور اس پر روشن شریعت نازل

ہوئی۔ وہ کونسا مذہب ہے جو فاران سے نکل کر تمام دنیا کے مشرق و مغرب میں پھیل گیا۔

(5) اسمعیلؑ کی اولاد کو برکت کا وعدہ تھا۔ وہ اولاد اسمعیلؑ کی عرب میں آباد ہوئی تھی اور ان میں سے موسیٰ کا سامبی

ظاہر ہونا تھا۔

(6) فاران کے معنی وادی غیر ذی زرع کے ہیں۔ اور یہی مکے کی صفت قرآن میں بیان ہوئی۔...

(7) یسعیاہ باب 21 (آیت 16) میں دیکھ۔ قیداریوں کا عرب میں ہونا ثابت ہے۔ اور وہ اسمعیلؑ کا بیٹا ہے۔ دیکھو

توریت (استثباب 33 آیت 2) لشکر ملائکہ کے ثبوت کے لئے۔ دیکھو یہود کا عام خط۔ باب 1 (آیت 14)۔ دیکھ خداوند اپنے

لاکھوں مقدسوں کے ساتھ آتا ہے۔ تاکہ سبھوں کی عدالت کرے۔

عیسائیوں نے اس بشارت پر بڑی کوششوں سے اعتراض جمائے ہیں۔ قبل اس کے کہ ان کے اعتراض اور

تردیدوں کا بیان کیا جائے۔ حضرت ہاجرہؑ والدہ اسمعیلؑ اور اسمعیلؑ کا قصہ مختصراً بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ

اعتراضات اور جوابات میں امتیاز رہے۔

(1) حضرت ابراہیمؑ جب بہت بوڑھے ہوئے۔ چاہا کہ اپنے غلاموں سے کسی کو وارث بناویں۔ خدائے تعالیٰ نے فرمایا:

تیرا بیٹا ہی تیرا وارث ہوگا۔ پیدائش باب 15 (آیت 4)۔

(2) حضرت ابراہیمؑ کی پہلی بیبی حضرت سارہؑ بہت بوڑھی ہو گئی تھیں۔ اس لئے انہوں نے حضرت ہاجرہؑ کو حضرت

ابراہیمؑ کے نکاح میں دیدیا۔ پیدائش باب 16 (آیت 3)۔

(3) حضرت ہاجرہؑ سے (حضرت) سارہؑ کو جیسی کہ عادیہ سوتنوں میں ایک رنجش پیدا ہو جاتی ہے۔ کچھ کشیدگی سی

ہو گئی۔ اس لئے حضرت ہاجرہؑ تنگ آکر وہاں سے نکلیں، راستے میں فرشتے نے کہا واپس جا۔ اللہ تجھے برکت دیگا۔ تیری اولاد

وسیع اور بے شمار ہوگی۔ تیرے ایک لڑکا ہوگا۔ اُس کا نام اسمعیلؑ رکھنا۔ وہ عربی ہوگا۔ اُس کا ہاتھ سب پر ہوگا۔ پیدائش باب

16 (آیت 6 تا 12)۔

نوٹ۔ حال کے ترجموں میں ”اُس کا ہاتھ سب کی ضد میں“ لکھا ہے۔ اگرچہ اس ترجمے کو تسلی اور برکت کا لفظ

باطل کرتا ہے۔ الا پھر بھی ایک عجیب بات اس کے سچ ماننے پر ہمیں مائل کرتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اہل کتاب کو ہمیشہ سے

حضرت اسمعیلؑ اور بنی اسمعیلؑ سے ضد رہتی تھی۔ یہ ایک قدرتی ثبوت ہے جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ اُن کے دل میں



حضرت اسمعیلؑ کی حقیقت کھٹکتی چلی آتی ہے۔

اور وہ بمقابلے اپنے بھائیوں کے سکونت کرے گا۔ پیدائش 16 (آیت) 12

(4) حضرت ہاجرہ حاملہ ہوئیں اور لڑکا جنیں۔ اور اس کا نام اسمعیلؑ ہوا۔ پیدائش باب 16 (آیت) 15

(5) پھر اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ سے کہا کہ اب تیرا نام ابرام نہ پکارا جاوے گا بلکہ ابراہام۔ کیونکہ تجھ سے بہت سی قومیں پیدا ہوگی۔ اور سب کا باپ کہلائے گا۔ پیدائش باب 17 (آیت) 5۔

(6) پھر ابراہیمؑ نے اسمعیلؑ کے لئے دعا کی۔ خدا نے کہا میں نے تیری دعا اسمعیلؑ کے حق میں سنی۔ بیشک میں اُسے برکت دوں گا۔ اور برومند کروں گا۔ اُسکی اولاد بکثرت ہوگی اور اُس کی پشت سے بارہ امام یا شاہزادے پیدا ہوں گے۔ اور میں ان کو ایک قوم عظیم اور ممتاز کروں گا۔ پیدائش باب 17 (آیت) 20۔

(7) اسمعیلؑ کے لئے برکت اور عہد دونوں ہیں۔ پیدائش باب 17 (آیت) 7۔

(8) حضرت اسمعیلؑ جب تیرہ برس کی ہوئے انکا ختنہ ہوا۔ (پیدائش باب 17 آیت 25)۔... اسحاقؑ پر ہنسے۔ سارہ اس پر ناراض ہوئیں اور کہا ہاجرہ کو مع اسکے فرزند کے نکال دے۔ اس لئے کہ یہ بشمول اسحاق وارث نہ ہو۔ (سارہ کا یہ کلام رنجش اور کمزوری کے سبب سے ہے۔ خدا کی طرف سے الہام نہیں کہ اس استدلال کیا جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب کے دل سارہ کی طرف سے بھرے ہوئے ہیں۔ جو اسمعیلؑ کی نسبت اُن کے دل صاف نہیں ہوتے۔) خدا نے تعالیٰ نے ابراہیمؑ سے فرمایا رنجیدہ مت ہو۔ جیسے سارہ کہتی ہے ویسے ہی کر۔ اسحاق تیری اولاد ہے۔ مگر مجھے ہاجرہ کے فرزند سے ایک قوم بنانا ہے۔ کیونکہ وہ تیرا نطفہ ہے۔ علی الصبح ابراہیم نے ہاجرہ اور اسمعیلؑ کو روٹی اور پانی دے کر نکال دیا۔ اور انہوں نے بیر شمع پر راستہ گم کیا۔ قصہ مختصر خشک بیابان میں تکلیف اٹھاتے اٹھاتے ایک دفعہ پانی سے ناچار ہو گئیں اور درخت کے نیچے بچے کو ڈال دیا اور آپ دور جا بیٹھیں تاکہ اُس کی پیاس کی موت کو نہ دیکھیں۔ اور آسمان کی طرف منہ کر کے روئیں۔ تب فرشتے نے آواز دی۔ کیا تو بیمار ہے۔ خوف مت کر خداوند نے تیرے بچے کی آواز سنی لی۔ اے ہاجرہ اٹھ اور بچے کو اٹھا۔ اس واسطے کہ میں اسے قوم کا بزرگ بناؤں گا۔ اور خدا نے اُس کی آنکھیں کھولیں۔ تب انہوں نے ایک چشمہ پایا۔ (وہی جسے مسلمان چاہ زمزم کہتے ہیں) اسمعیلؑ بڑھے اور تیرا انداز ہوئے۔

حضرت اسمعیلؑ کی والدہ ہاجرہ نے پھرتے پھرتے آخر کہاں مقام فرمایا اور کس جگہ سکونت اختیار کی۔ تحقیق طلب بات ہے۔ لیکن ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ فاران میدان میں بمقام بیت اللہ مکہ معظمہ میں وہ ٹھہریں۔ اور اس امر کے ثبوت

## کے لئے وجوہات ذیل ہیں۔

- (1) تو اتر: اور یہ وہ دلیل ہے کہ اگر اس پر وثوق نہ رہے تو پھر تواریخ قدیمہ کے اثبات کا کوئی طریقہ باقی نہیں رہتا۔ تورات کو موسیٰ کی کتاب مانا تو اتر سے، مسیح کو ناصری یا ابن داؤد مانا تو اتر سے۔
- (2) ملکی اور قومی روایات اور مشہورہ حکایات سے جن کا ذکر تواریخ میں اور لوگوں کی زبانوں پر غیر متبدل اور مستحکم چلا آتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی اس قصے کی تصدیق ضروری اور لا بدی (ضروری) امر ہے۔ کیونکہ کسی تاریخی واقعے کی تکذیب کر دینا بالینکہ وہ عقل کے مخالف نہ ہو سخت غلطی ہے۔
- پس جبکہ ملکی روایات اور مشہورہ حکایات اور تواریخ قدیمہ متفقاً ثابت کرتے ہیں کہ حضرت ہاجرہؑ نے وادی مکہ میں سکونت کی اور ملک حجاز، وہی دشتِ فاران ہے۔ تو کونسی بات ان امور کے قبول کرنے سے ہمیں مانع ہے۔ کیا کوئی قانون قدرت اسے محال بتلاتا ہے یا عقل اُس کو باور کرنے سے کتراتے ہے۔
- (3) پرانے جغرافیوں اور قدیم کھنڈرات کی تحقیقات کرنی چاہیے کہ اسمعیلؑ کہاں آباد ہوئے۔ جہاں وہ مقام ملے وہی ان کی سکونت کا مقام ہو گا اور وہی مقام وادی فاران ہے۔
- حضرت اسمعیلؑ کے بارہ بیٹے تھے<sup>1</sup>: پہلا نبایوت (Nebaioth) عرب کے شمال مغربی حصے میں آباد ہوا۔ ریورنڈ
- کارتی پی کاری ایم اے<sup>2</sup> نے اپنے نقشے میں اُس کا نشان 38 و 30 درجہ عرض شمالی اور 36 و 38 درجہ طول مشرقی کے درمیان میں لگایا ہے۔

ریورنڈ مسٹر فاسٹر<sup>3</sup> کہتے ہیں کہ نبایوت کی اولاد عربیہ پیٹرا (Arabia Petraea) سے مشرق کی طرف عربیہ دیزرتا (Arabia Desertia) تک اور جنوب کی طرف خلیج الامتک (Elanitic Gulf) و حجاز تک پھیل گئی تھی۔ اسٹریبو (Strabo) کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ نبایوت کی اولاد نے اس سے بھی زیادہ ملک گھیر لیا تھا اور مدینے تک اور بندر حورا (Port of Hawr) اور بندر یمنبو (Port of Yembo) تک جو بحر قلزم کے کنارے پر ہے۔ اور مدینے سے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ اُن کی عملداری ہو گئی۔ ریورنڈ مسٹر فاسٹر کہتے ہیں کہ اس مختصر بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ

<sup>1</sup> دیکھیں 1 تواریخ باب 1 آیت 29 و 31

<sup>2</sup> Rev. Carteret Priaulx Carey, M.A., (1819-1858) Author of The Book of Job : translated from the Hebrew on the basis of the authorized version, included a map (1858)

<sup>3</sup> The Rev. Charles Forster, B.D.(1848-1894) Author of The Historical Geography of Arabia in 2 volumes.

نباوت کی اولاد صرف پتھریلے میدانوں میں نہیں پڑی رہی۔ بلکہ حجاز اور نجد کے بڑے بڑے ضلعوں میں پھیل گئی۔<sup>1</sup> ممکن ہے کہ رفتہ رفتہ نباوت کی اولاد عرب کے بہت بڑے حصے میں پھیل گئی ہو۔ اِلا یہ بات کہ نباوت کی سکونت اور اسکی اولاد کی سکونت عرب ہی میں تھی، بخوبی ثابت ہے۔

دوسرا بیٹا قیدار (Kadar) (معنی لفظ قیدار صاحب الابل۔ ابن خلدون جلد دوم صفحہ 331 لفظ قیدار کے معنی ہیں۔ اونٹوں والا۔ معلوم ہوا کہ قیدار ہی حضرت اسمعیلؑ کے ولی عہد اور معتنی بہ (reliable) شخص تھے۔ آپ کا نام بھی عرب اور اس کے خصوصیات سے عجیب مناسبت رکھتا ہے۔) نباوت کے پاس جنوب کی طرف حجاز میں آباد ہوا۔ ریورنڈ مسٹر فاسٹر لکھتے ہیں کہ اشعیا نبی کی کتاب سے بھی صاف صاف قیدار کا مسکن حجاز ثابت ہوتا ہے۔ جس میں مکہ اور مدینہ بھی شامل ہے۔ اور زیادہ ثبوت اسکا حال کے جغرافیہ میں شہر الخدر (El Khedheyre) اور نبت (Nabt) سے پایا جاتا ہے۔ جو اصل میں القیدار اور نباوٹ ہیں۔ یورنیس (Uranus) اور بطلموس (Ptolemy) اور پلینے اعظم (elder Pliny) کے زمانوں میں یہ قومیں حجاز کی باشندہ تھیں۔ کیڈری یعنی قیڈری۔ دری مخفف قیڈری۔ اور گڈرو نائینی یعنی قیڈاری۔ کدر بتی یعنی قیڈری۔ دیکھو ہسٹری جغرافیہ جلد اول صفحہ 247 تا 249۔ پس بخوبی ثابت ہے کہ قیدار حجاز میں آباد تھا۔

کاتری پی کاری (Rev. Carteret Priaulx Carey, M.A.) نے اپنے نقشے میں قیدار کی آبادی کا نشان 27 و 26 درجہ عرض شمالی۔ 37 و 38 درجہ طول شرقی کے درمیان میں لگایا۔ تیسرا بیٹا ابو بیل (Abdeel) ہے۔ بموجب سند جَوَزِ یُقُس<sup>2</sup> کے ابو بیل بھی اپنے اُن دونوں بھائیوں کے ہمسائے میں آباد ہوا۔

چوتھا بیٹا مباسم (Mibsam) ہے۔ مگر اُس کی سکونت کے مقام کا پتا نہیں ملتا۔ پانچواں بیٹا مشماع (Mishma) ہے۔ مسٹر فاسٹر کا یہ قیاس صحیح ہے کہ عبرانی میں جس کو مشماع لکھا ہے۔ اُسی کو یونانی ترجمہ (Septuagint) میں مسما (Misma) اور جوز یفیس نے مسماس (Masmaos) اور بطلموس نے

<sup>1</sup> See The Historical Geography of Arabia by The Rev. Charles Forster, vol: 1 pg: 219,220. London 1844

<sup>2</sup> **Flavius Josephus** (born AD 37/38, Jerusalem—died AD 100, Rome) was a Jewish priest, scholar, and historian who wrote valuable works on the Jewish revolt of 66–70 and on earlier Jewish history.

مسمینیز (Masoemanes) لکھا ہے۔ اور عرب میں اُسی کی اولاد بنی مسما کہلاتی ہے۔ پس کچھ شبہ نہیں کہ یہ بیٹا اولاً قریب نجد کے آباد ہوا۔

چھٹا بیٹا دومہ (Dumah) تھا۔ مشرقی اور مغربی جغرافیہ دان قبول کرتے ہیں کہ یہ بیٹا تھامہ میں آباد ہوا تھا۔  
مجم البلدان میں لکھا ہے کہ **دومۃ الجندل** کا نام واقدی کی حدیث میں **دوماہ الجندل** آیا۔ اور ابن سقیفہ نے اُس کو اعمالِ مدینہ میں گیا ہے۔ اس کا نام **دوماہ** ابن اسمعیل ابن ابراہیم کے نام پر ہوا۔ اور زجاجی کہتا ہے کہ اسمعیل کے بیٹے کا نام **دومان** ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اُس کا نام **دومہ** تھا۔ ابن کلبی کہتا ہے کہ **دوماہ** اسمعیل کا بیٹا تھا۔ جب تھامہ میں حضرت اسمعیلؑ کی بہت اولاد ہو گئی تو **دوماہ** وہاں سے نکلا اور بمقام **دومہ** قیام کیا۔ اور وہاں ایک قلعہ بنایا اور اس کا نام **دوماہ** اپنے نام پر رکھا۔ اور ابو عبید سکونی کا قول ہے کہ **دومۃ جندل** قلعہ اور گاؤں شام اور مدینے کے درمیان میں ہیں۔ قریب جبل طی کے اور **دومہ** وادی قریٰ کے گاؤں میں سے ہے۔ مسٹر فاسٹر بھی اسکو تسلیم کرتے ہیں۔ اور اب تک یہ ایک مشہور جگہ عرب میں موجود ہے۔

ساتواں بیٹا **مسا** (Massa) تھا۔ یہ بیٹا حجاز سے نکل کر یمن میں آباد ہوا۔ اور یمن کے کھنڈرات میں اب تک **مسا** کا نام قائم ہے۔ کاتری پی کاری نے اپنے نقشے میں اس مقام کا نشان 13 درجے اور 30 دقیقے عرض شمالی اور 43 درجے اور 30 دقیقے طول شرقی میں قائم کیا ہے۔

اسمعیل اور ان کی تمام اولاد حجاز میں تھی۔ بلاشبہ جب اولاد جوان ہوئی اور کثرت ہو گئی۔ تب مختلف مقاموں میں جا کر سکونت اختیار کی۔ مگر عمدہ بات قابل غور یہ ہے کہ سب کا پتہ عرب ہی میں یا حجاز میں یا حجاز کے آس پاس پایا جاتا ہے۔

آٹھواں بیٹا **حداد** (Hadad)۔ اسکو عہد عتیق میں **حداد** (Hadaad) بھی لکھا ہے۔ یمن میں شہر **حدیدہ** (Hadedda) اب تک اُسی کا مقام بتلا رہا ہے۔ اور قوم **حدیدہ** جو یمن کی ایک قوم ہے اُسی کے نام کو یاد دلاتی ہے۔ زہیری مؤرخ کا بھی یہی قول ہے اور مسٹر فاسٹر بھی اسی کو تسلیم کرتا ہے۔

نواں بیٹا **تیمہ** (Tema) تھا۔ اس کی سکونت کا مقام **نجد** ہے۔ اور بعد کورفتہ رفتہ خلیج فارس تک پہنچ گیا۔  
دسواں بیٹا **یطور** (Jetur) ہے۔ مسٹر فاسٹر بیان کرتے ہیں کہ اُس کا مسکن **جدور** (Djedour) میں تھا۔ جو جبل **کسیونی** (Djebel Kessoue) کے جنوب اور جبل **الشیخ** (Djebel el Sheikh) کے مشرق میں واقع ہے۔

گیارہواں بیٹا نفیس (Nephish) تھا۔ مسٹر فاسٹر جوزیفس اور تورات کی سند سے لکھتے ہیں کہ عمر بیٹا ڈیزرٹا میں اُن کی نسل کے نام سے آباد تھے۔

بارہواں بیٹا قیدماہ (Kedemah): انہوں نے بھی یمن میں سکونت اختیار کی۔ مورخ مسعودی نے لکھا ہے کہ اصحاب الرس اسمعیل کی اولاد میں سے تھے۔ اور وہ دو قبیلے تھے۔ ایک کو قیدمان اور دوسرے کو یامین کہتے تھے۔ اور بعضوں کے نزدیک رعمیل اور یہ یمن میں تھے۔

اب اس تحقیقات سے جو جغرافیہ کے رو سے نہایت اطمینان کے قابل ہے دو باتیں ثابت ہو گئیں۔ ایک یہ کہ حضرت اسمعیل اور اُن کی تمام اولاد عرب میں آباد ہوئی۔ اور دوسرے یہ کہ مرکز اس خاندان کی آبادی کا حجاز تھا۔ جہاں اسمعیل کی مقدم اولاد کا مسکن ہوا تھا۔ اور پھر اُس مرکز سے اور طرف عرب میں پھیلے۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت اسمعیل نے حجاز میں سکونت اختیار کی تھی۔ اور اُسی کا قدیم نام فاران ہے۔ جو حضرت موسیٰ اور حضرت حبشوق نے اپنی اپنی بشارتوں میں بتایا۔

### عیسائیوں کے اعتراض

اگرچہ یہ بات نہایت صفائی سے ظاہر ہے کہ وادی حجاز اور وادی فاران دونوں ایک ہیں۔ اور اسمعیل کی اولاد کے ٹوٹے پھوٹے کھنڈر اس کی گواہی دے رہے ہیں۔ مگر بائبل ہمہ عیسائی اُس کو تسلیم نہیں کرتے۔ اور موقع فاران کی نسبت مفصلہ ذیل تین رائیں قرار دیتے ہیں۔

- (1) یہ کہ وہ اُس وسیع میدان کو جو میر شمع کی شمالی حد سے کوہ سیناتک پھیلا ہوا ہے۔ فاران کہتے ہیں۔
- (2) قادیش جہاں ابراہیم نے (بیر شمع) کھودا اور فاران ایک ہیں۔
- (3) فاران اسی وادی کا نام ہے جو سینا سے غربی نشیب پر ہے۔ جہاں قبریں عمارتیں اب ملی ہیں۔

### جواب

- (1) بتاؤ یہاں اسمعیل اور اس کی صلبی اولاد کب آباد ہوئی؟
- (2) کتاب (استنباب) 13 (آیت 25, 26) وہ سردار کنعان کو دیکھ کر پھرے تو بیابان فاران میں سے قادیش میں پہنچے۔ (قادیش شمالی حد فاران کی ہے) یاد رہے اس آیت کی اصل عبری عبارت یہ ہے۔ اَلْوَادِیَّیْنِ فَارَانَ قَادِشِیَّةَ۔ لفظی ترجمہ طرف وادی فاران کے بہ نیل مرام۔ قادیش کے معنی نائل کے بھی ہیں۔ دیکھو ترجمہ انجلس۔ (رائٹر Engels)

فاران تین ہیں۔ ایک حجاز میں، دوسرا طور یا سینا کے پاس، تیسرا سمرقند میں۔ سمرقند و الافاران بحث سے خارج ہے۔ اور جو فاران طور یا سینا کے قرب میں واقع ہے۔ وہ فاران نہیں جو ابراہیم کے وقت تھا۔ وہ نہیں جس کا تورات میں ذکر ہے۔ وہ نہیں جہاں ہاجرہ نے اسمعیل کے ہمراہ بیر شیع میں راستہ گم کر کے اقامت کی۔ اور وہ نہیں جہاں ابتداءً اسمعیل کی اولاد آباد ہوئی۔ وہ نہیں جہاں سے بعد سعیر خدا نے ظہور کیا۔

ہاں بلاشبہ زمانے کے دور میں اسمعیل کی اولاد حجاز سے نکل کر تمام عرب میں خلیج فارس تک پھیل گئی۔ پس اگر حجاز کے سوا اور جگہ سے پرانے ایسے کھنڈرات ملے ہوں۔ جو بنی اسمعیل کے ناموں کے مشابہ ہوں یا مطابق تو وہ اس نفس الامری بات کو اٹھا سکتے ہیں کہ اسمعیل حجاز میں آباد ہوا۔ جو فاران سینا کے مغرب میں ہے۔ اور جس کے آثار ملے ہیں۔ وہ توریت کا فاران نہیں۔ موسیٰ کے زمانے میں اس کا وجود نہ تھا۔ موسیٰ مصر سے نکلے اور بحر احمر سے پار ہوئے۔ تو شور میں پہنچ کر سن (Sin) کو طے کر کے افیدیم (Rephidim) میں ٹھہرے۔ وہاں کتاب (خروج باب 2) (آیت) 7 لغایت 8 میں ہے۔ عمالیق آکر اترے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے عمالیق افیدیم کی نہ تھی۔ یہاں یاد رکھو کہ افیدیم کوہ سینا کے مغرب اور مصر کے شرق میں ہے۔ پھر افیدیم سے موسیٰ مشرق کی طرف سینا کو چلے اور سینا میں پہنچے۔ اس سینا کے غربی فاران کا ذکر موسیٰ نے نہیں کیا۔ پھر سینا سے آگے بڑھے اور شمال مشرق کو چلے۔ اس راہ میں حضرت موسیٰ کہتے ہیں۔ بنی اسرائیل بیابان سے نکلے اور بادل بیابان فاران میں ٹھہر گیا۔ کتاب (گنتی باب) 4 (آیت) 10-12۔

اس تقریر سے ثابت ہو گیا کہ حضرت موسیٰ کے وقت فاران کوہ سینا کے شمال مشرق میں قادیس کے قریب واقع

تھا۔ اور وہی حجاز کا بیابان ہے۔ نہ غربی نشیب سینا کا۔ البتہ ایسا معلوم ہوتا ہے عرب کی ایک قوم جو فاران بن حمیر کی اولاد میں سے تھی اور بنی فاران کہلاتی تھی کسی زمانے میں سینا کے مغرب میں آباد ہوئی۔ اور اس سبب سے وہ مقام فاران مشہور ہو گیا۔ یہ وہ فاران نہیں جس کا ذکر تورات میں ہے۔ (خطبات الاحمدیہ بتبذیل یسیرو)

(فصل الخطاب لمقدمہ اهل الكتاب از افانث حضرت مولوی نور الدین خلیفۃ المسیح اول، حصہ دوم صفحہ 273 تا 283 سن اشاعت: 1924ء)



## حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ذکر یہودی اور مسیحی صحائف میں

(مرسلہ: ایچ۔ ایم۔ ظفر)

بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود میں حضرت مصلح موعودؑ نے جو کردار ادا کرنا تھا اس کی اہمیت کا اندازہ کچھ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ خدا سے علم پا کر آپ کی ولادت کی خبر دینے میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ منفرد نہیں بلکہ اس پیدائش کے تذکرے آپ سے قبل بھی دور دور تک تاریخ کے مختلف اوراق میں پھیلے پڑے ہیں۔ سب سے زیادہ قابل فخر اور سب سے اعلیٰ و اولیٰ ان پیشگوئیوں میں وہ پیشگوئی ہے جو ہمارے آقا و مولیٰ سب نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارہ میں فرمائی (دیکھیں ارشاد نبوی ﷺ شمارہ ہذا)

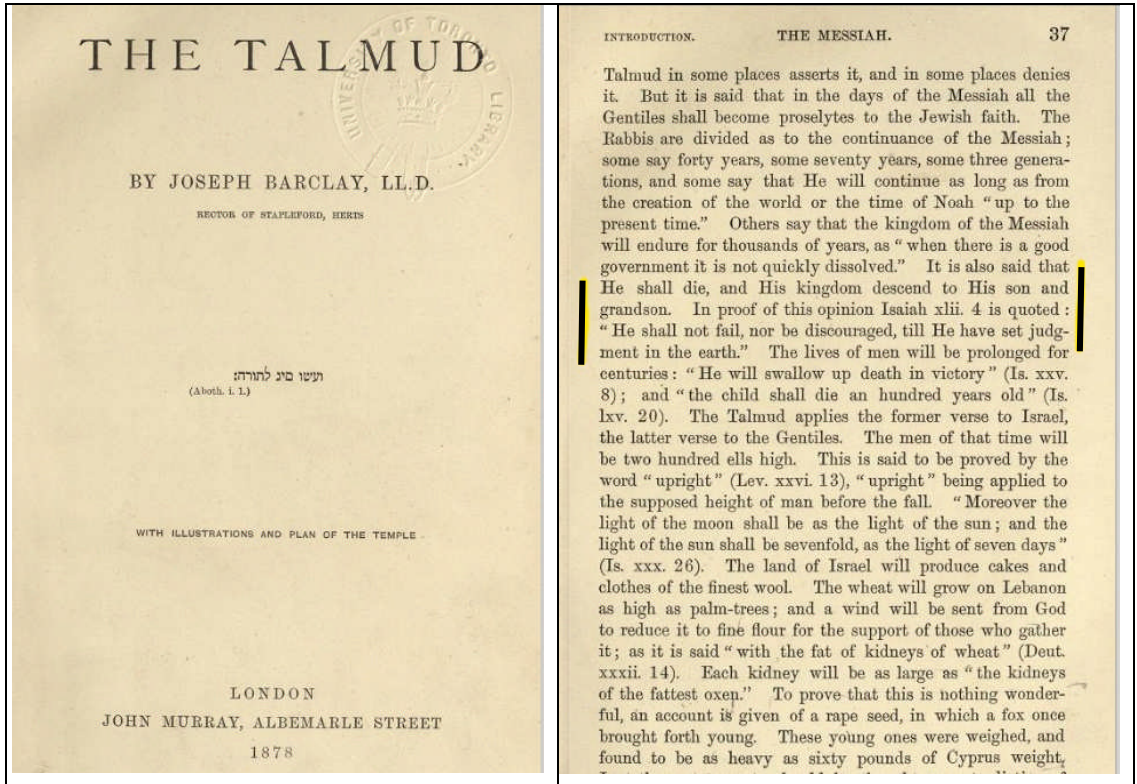
جہاں قدیم نوشتوں میں موعود نبی کی بعثت کی خبریں دی گئی ہیں وہاں ان میں اس کی اولاد میں ایک ایسے شخص کی پیدائش کی خبر بھی ملتی ہے جو خدا تعالیٰ کی خاص تقدیر کے تحت اس موعود کی تائید اور اس کے مقاصد کی تکمیل کے لئے ہمہ وقت کمر بستہ رہے گا۔ چنانچہ مسیح موعود کی آمد کی پیشگوئی کے حوالہ سے یہودی روایات میں یہ ملتا ہے کہ مسیح جب آئے گا تو اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا اور پوتا اس کی (روحانی) سلطنت کے وارث ہوں گے۔ چنانچہ اس حوالہ سے جوزف بارکلے نے تالمود کے تعارف اور خلاصہ پر مشتمل اپنی کتاب THE TALMUD میں مسیح کے حوالہ ایک روایت اس طرح درج کی ہے:

It is also said that He shall die, and His kingdom descend to His son and grandson. In proof of this opinion Isaiah xlii.4 is quoted: He shall not fail, nor

be discouraged, till He have set judgment in the earth.

(The Talmud, by Joseph Barclay, LL.D. introduction chapter v. pg: 37. John Murray, Albemarle Street London 1878)

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ (یعنی مسیح) وفات پا جائے گا اور اس کی سلطنت اس کے بیٹے اور پوتے کو ملے گی۔ اس رائے کے ثبوت میں یسعیاہ باب 42 آیت 4 کو پیش کیا جاتا ہے جس میں کہا گیا ہے وہ مانند ہو گا اور ہمت نہ ہارے گا جب تک کہ عدالت کو زمین پر قائم نہ کر دے۔



## متی کی انجیل میں مذکور پیشگوئی

اناجیل میں جہاں آخری زمانے کی نشانیاں اور مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی کے موقع پر ہونے والے آسمانی انقلابات کا ذکر ہے اس کے بعد لکھا ہے:

”اس وقت آسمان کی بادشاہی ان دس کنواریوں کی مانند ہوگی جو اپنی مشعلیں لے کر دلہا کے استقبال کو



نکلیں۔ ان میں پانچ بیوقوف اور پانچ عقلمند تھیں۔ جو بیوقوف تھیں انہوں نے اپنی مشعلیں تولے لیں مگر تیل اپنے ساتھ نہ لیا۔ مگر عقلمندوں نے اپنی مشعلوں کے ساتھ اپنی کیپوں میں تیل بھی لے لیا۔ اور جب دلہانے دیر لگائی تو سب اوگھنے لگیں اور سو گئیں۔ آدھی رات کو دھوم مچی کہ دیکھو دلہا آگیا! اس کے استقبال کو نکلو۔

اس وقت وہ سب کنواریاں اٹھ کر اپنی اپنی مشعل درست کرنے لگیں۔ اور بیوقوفوں نے عقلمندوں سے کہا کہ اپنے تیل میں سے کچھ ہم کو بھی دیدو کیونکہ ہماری مشعلیں بجھی جاتی ہیں۔ عقلمندوں نے جواب دیا کہ شاید ہمارے تمہارے دونوں کے لئے کافی نہ ہو۔ بہتر یہ ہے کہ بیچنے والوں کے پاس جا کر اپنے واسطے مول لے لو۔

جب وہ مول لینے جا رہی تھیں تو دلہا آپہنچا۔ اور جو تیار تھیں وہ اس کے ساتھ شادی کے جشن میں اندر چلی گئیں اور دروازہ بند ہو گیا۔ پھر وہ باقی کنواریاں بھی آئیں اور کہنے لگیں اے خداوند! اے خداوند! ہمارے لئے دروازہ کھول دے۔ اس نے جواب میں کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میں تم کو نہیں جانتا۔ پس جاگتے رہو کیونکہ تم نہ اس دن کو جانتے ہو نہ اس گھڑی کو۔“

(متی باب 25 آیت 1 تا 13)

حضرت مصلح موعودؑ نے جلسہ مصلح موعود منعقدہ ہوشیار پور مورخہ 20 فروری 1944ء کے موقع پر تقریر کے

دوران اپنی ایک روایا کا ذکر کیا جو حضورؑ نے اسی سال 6، 5 جنوری کی درمیانی رات کو دیکھی تھی۔ حضورؑ فرماتے ہیں:

”روایا کی حالت میں میں نے اور بھی بعض باتیں بیان کی ہیں مثلاً میں نے ان سے کہا میں وہی ہوں جس کے ظہور کے لئے انیس سو سال سے کنواریاں منتظر بیٹھی تھیں۔ یہ درحقیقت انجیل کی ایک پیشگوئی ہے جس میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں جب میں دوبارہ دنیا میں آؤں گا تو بعض قومیں مجھ پر ایمان لائیں گی اور بعض انکار کر دیں گی۔“

اس وقت ان قوموں کی مثال ایسی ہوگی جیسے دس کنواریاں جن میں سے کچھ ہوشیار تھیں اور کچھ سُست، دلہا کے انتظار میں بیٹھ گئیں۔ جو سُست تھیں ان کا انتظار کی حالت میں ہی تیل ختم ہو گیا اور جب وہ دوبارہ تیل لینے بازار گئیں تو پیچھے سے دلہا آگیا اور وہ اس کے ساتھ شامل ہونے سے محروم رہ گئیں۔

لیکن جو ہوشیار تھیں اور جنہوں نے تیل اپنے ساتھ رکھا تھا وہ دلہا کو اپنے ساتھ لے کر اس قلعہ میں

چلی گئیں۔

اس تمثیل میں حضرت مسیح ناصریؑ نے اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جب میں دوبارہ دنیا میں آؤں گا تو کچھ تو میں جو ہوشیار ہوں گی وہ مجھے مان لیں گی لیکن کچھ اپنی غفلت کی وجہ سے مجھے ماننے سے محروم رہ جائیں گی۔ پس اس پیشگوئی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے روایا کی حالت میں میں ان سے کہتا ہوں کہ میں وہ ہوں جس کے ظہور کے لئے انیس سو سال سے کنواریاں منتظر بیٹھی تھیں۔ اور جب میں یہ کہتا ہوں کہ میں وہ ہوں جس کے لئے انیس سو سال سے کنواریاں انتظار کر رہی تھیں تو کچھ نوجوان عورتیں جو سات یا نو ہیں اور جو کنارہ سمندر پر بیٹھی ہوئی میری طرف دیکھ رہی تھیں ان الفاظ کے سنتے ہی دوڑتے ہوئے میری طرف آئیں اور انہوں نے میرے ارد گرد گھیر اڈال لیا اور کہا ہاں ہاں تم سچ کہتے ہو ہم انیس سو سال سے تمہارا انتظار کر رہی تھیں...

میں آج اسی واحد و قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضہ و تصرف میں میری جان ہے کہ میں نے جو روایا بتائی ہے وہ مجھے اسی طرح آئی ہے...

میں خدا کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ میں نے کشفی حالت میں کہا اَنَا الْمَسِيحُ الْمَوْعُودُ مَثِيلُهُ وَخَلِيفَتُهُ اور میں نے اس کشف میں خدا کے حکم سے یہ کہا کہ میں وہ ہوں جس کے ظہور کے لئے انیس سو سال سے کنواریاں منتظر بیٹھی تھیں۔

پس میں خدا کے حکم کے ماتحت قسم کھا کر یہ اعلان کرتا ہوں کہ خدا نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کے مطابق آپ کا وہ موعود بیٹا قرار دیا ہے جس نے زمین کے کناروں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام پہچانا ہے۔“

(”دعویٰ مصلح موعود کے متعلق پر شوکت اعلان“ انوار العلوم جلد 17 صفحہ 160، 161)



## حضرت مصلح موعودؑ کے چند پر شوکت بیانات

میں... خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں

(مرسلہ: ابو عبد اللہ)

اللہ تعالیٰ نے ایک خواب کے ذریعہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب پر منکشف فرمایا کہ آپ ہی پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق ہیں۔ چنانچہ آپ نے 28 جنوری 1944ء کو قادیان دارالامان میں اپنے خطبہ جمعہ میں مصلح موعود ہونے کا اعلان فرمایا۔ آپ 12 مارچ 1944ء کو بمقام لاہور جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے اس پر شوکت پیشگوئی کے متعلق فرماتے ہیں:

”میں ہی وہ مصلح موعود ہوں جس کا حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی میں ذکر کیا گیا تھا اور میرے ذریعہ ہی دور دراز ملکوں میں خدائے واحد کی آواز پہنچے گی، میرے ذریعہ ہی شرک کو مٹایا جائے گا اور میرے ذریعہ ہی محمد رسول اللہ ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا۔ خصوصاً مغربی ممالک میں جہاں توحید کا نام مٹ چکا ہے وہاں میرے ذریعہ ہی اللہ تعالیٰ توحید کو بلند کرے گا اور شرک اور کفر کو ہمیشہ کے لئے مٹا دیا جائے گا۔ تب جبکہ خدا نے مجھے یہ خبر دے دی میں نے اس کا دنیا میں اعلان کرنا شروع کر دیا۔

چنانچہ آج میں اس جلسہ میں اسی واحد اور قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھا لینا لعنتیوں

کا کام ہے اور جس پر افتراء کرنے والا اس کے عذاب سے کبھی بچ نہیں سکتا کہ خدا نے مجھے اسی شہر لاہور میں 13 ٹمپل روڈ پر شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کے مکان میں یہ خبر دی کہ

میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں اور میں ہی وہ مصلح موعود ہوں جس کے ذریعہ اسلام دنیا کے

کناروں تک پہنچے گا اور توحید دنیا میں قائم ہوگی۔“

(”میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں“ انوار العلوم جلد 17 صفحہ 238، 239)

اسی تقریر میں مزید فرمایا:

”تو مومن نے ہماری مخالفت کی، ملکوں نے ہماری مخالفت کی، حکومتوں نے ہماری مخالفت کی مگر خدا نے ہمارا ساتھ دیا اور جس کے ساتھ خدا ہو اُسے نہ حکومتیں نقصان پہنچا سکتی ہیں، نہ سلطنتیں نقصان پہنچا سکتی ہیں، نہ بادشاہتیں نقصان پہنچا سکتی ہیں... تم مت سمجھو کہ میں اس وقت بول رہا ہوں۔ اس وقت میں نہیں بول رہا بلکہ خدا میری زبان سے بول رہا ہے۔ میرے سامنے دین اسلام کے خلاف جو شخص بھی اپنی آواز بلند کرے گا جو شخص میرے مقابلے میں کھڑا ہو گا وہ ذلیل کیا جائے گا، وہ رُسوا کیا جائے گا، وہ تباہ و برباد کیا جائے گا مگر خدا بڑی عزت کے ساتھ میرے ذریعہ اسلام کی ترقی اور اُس کی تائید کے لئے ایک عظیم الشان بنیاد قائم کر دے گا۔ میں ایک انسان ہوں میں آج بھی مر سکتا ہوں اور کل بھی مر سکتا ہوں لیکن یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ میں اس مقصد میں ناکام رہوں جس کے لئے خدا نے مجھے کھڑا کیا ہے۔“

(”میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں“ انوار العلوم جلد 17 صفحہ 243، 242)

حضرت مصلح موعودؑ کا تمام دنیا کو چیلنج:

1917ء میں آپ نے تمام دنیا کو مندرجہ ذیل الفاظ میں چیلنج دیا:

”میں حضرت مسیح موعودؑ کے بعد تمام دنیا کو چیلنج دیتا ہوں کہ اگر کوئی شخص ایسا ہے جسے اسلام کے مقابلہ میں اپنے مذہب کے سچا ہونے کا یقین ہے تو آئے اور آکر ہم سے مقابلہ کرے۔“

مجھے تجربہ کے ذریعہ ثابت ہو گیا ہے کہ اسلام ہی زندہ مذہب ہے اور کوئی مذہب اس کے مقابلہ پر نہیں ٹھہر

سکتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ہماری دعائیں سنتا ہے اور قبول کرتا ہے۔ اور ایسے حالات میں قبول کرتا ہے جب کہ ظاہری سامان بالکل مخالف ہوتے ہیں۔ اور یہی اسلام کے زندہ مذہب ہونے کی بہت بڑی علامت ہے۔ اگر کسی کو شک و شبہ ہے تو آئے اور

آزمائے۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ اگر کوئی ایسے لوگ ہیں جنہیں یقین ہے کہ ہمارا مذہب زندہ ہے تو آئیں ان سے ساتھ جو خدا کا تعلق اور محبت ہے اس کا ثبوت دیں۔ اگر خدا کو ان سے محبت ہوگی تو وہ مقابلہ میں ضرور ان کی مدد اور تائید کرے گا۔ ایک کمزور اور ناتواں انسان اپنے پیاروں کو دکھ اور تکلیف میں دیکھ کر جس قدر اس کی طاقت اور ہمت ہوتی ہے مدد کرتا ہے تو کیا انہوں نے اپنے خدا کو ایک کمزور انسان سے بھی کمزور سمجھ رکھا ہے۔ جو ان کی مدد نہیں کرے گا۔ اگر نہیں تو میں ان کو چیلنج دیتا ہوں کہ مقابلہ پر آئیں تاکہ ثابت ہو کہ خدا کسی کی مدد کرتا ہے اور کس کی دعا سنتا ہے۔ آپ لوگوں کو چاہئے کہ اپنی طرف سے لوگوں کو اس مقابلہ کے لئے کھڑا کریں۔ لیکن اس کے لئے یہ نہیں ہے کہ ہر ایک کھڑا ہو کر کہہ دے کہ میں مقابلہ کرتا ہوں بلکہ ان کو مقابلہ پر آنا چاہئے جو کسی مذہب یا فرقہ کے قائم مقام ہوں۔ اس وقت دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ خدا کس کی دعا قبول کرتا ہے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ ہماری ہی دعا قبول ہوگی۔ افسوس ہے کہ مختلف مذاہب کے بڑے لوگ اس مقابلہ پر آنے سے ڈرتے ہیں اگر وہ مقابلہ کے لئے نکلیں تو ان کو ایسی شکست نصیب ہوگی کہ پھر مقابلہ کرنے کی انہیں جرأت ہی نہ رہے گی۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ اسلام سچا ہے اور دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے مذہب سچے ہیں۔ اس کے فیصلے کا آسان طریق یہ ہے کہ مشاہدہ کر لیا جائے کہ کون سا مذہب سچا ہے۔ اور جب مشاہدہ ہو سکتا ہے تو پھر کیوں نہ اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ لیکن اس میدان میں صرف اسلام ہی کھڑا رہے گا۔ اور ہم اس کا ثبوت دینے کے لئے آج بھی تیار ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اسلام ہی کی تائید کرے گا۔

(”زندہ مذہب“ انوار العلوم جلد 3 صفحہ 613)

خدا نے مجھے اس غرض کے لیے کھڑا کیا ہے کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں:

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؑ یہ اعلان فرماتے ہوئے کہ ”میں ہی مصلح موعود ہوں“ فرمایا کہ ”میں کہتا ہوں اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں اور مجھے ہی

اللہ تعالیٰ نے ان پیشگوئیوں کا مورد بنایا ہے جو ایک آنے والے موعود کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائیں۔ جو شخص سمجھتا ہے کہ میں نے افترا سے کام لیا ہے یا اس بارہ میں جھوٹ اور کذب بیانی کا ارتکاب کیا ہے وہ آئے اور

اس معاملہ میں میرے ساتھ مباہلہ کر لے اور یا پھر اللہ تعالیٰ کی موکد بعد اب قسم کھا کر اعلان کر دے کہ اسے خدا نے کہا ہے کہ میں جھوٹ سے کام لے رہا ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ خود بخود اپنے آسمانی نشانات سے فیصلہ فرمادے گا کہ کون کاذب ہے اور کون صادق۔۔۔

غرض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے رحم سے وہ پیشگوئی جس کے پورا ہونے کا ایک لمبے عرصہ سے انتظار کیا جا رہا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق اپنے الہام اور اعلام کے ذریعہ مجھے بتا دیا ہے کہ پیشگوئی میرے وجود میں پوری ہو چکی ہے اور اب دشمنانِ اسلام پر خدا تعالیٰ نے کامل حجت کر دی ہے اور ان پر یہ امر واضح کر دیا ہے کہ اسلام خدا تعالیٰ کا سچا مذہب، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے سچے رسول اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا تعالیٰ کے سچے فرستادہ ہیں۔ جھوٹے ہیں وہ لوگ جو اسلام کو جھوٹا کہتے ہیں۔ کاذب ہیں وہ لوگ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کاذب کہتے ہیں۔ خدا نے اس عظیم الشان پیشگوئی کے ذریعہ اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ایک زندہ ثبوت لوگوں کے سامنے پیش کر دیا ہے۔

بھلا کس شخص کی طاقت تھی کہ وہ 1886ء میں آج سے پورے اٹھاون سال قبل اپنی طرف سے یہ خبر دے سکتا کہ اس کے ہاں نو سال کے عرصہ میں ایک لڑکا پیدا ہو گا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ وہ دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ وہ اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دنیا میں پھیلانے گا۔ وہ علوم ظاہری اور باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ وہ جلالِ الہی کے ظہور کا موجب ہو گا اور خدا تعالیٰ کی قدرت اور اس کی قربت اور اس کی رحمت کا وہ ایک زندہ نشان ہو گا۔ یہ خبر دنیا کا کوئی انسان اپنے پاس سے نہیں دے سکتا تھا۔ خدا نے یہ خبر دی اور پھر اسی خدا نے اس خبر کو پورا کیا اس انسان کے ذریعہ جس کے متعلق ڈاکٹریہ امید نہیں رکھتے تھے کہ وہ زندہ رہے گا یا لمبی عمر پائے گا۔ میری صحت بچپن میں ایسی خراب تھی کہ ایک موقع پر ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے میرے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہہ دیا کہ اسے سیل ہو گئی ہے۔ کسی پہاڑی مقام پر اسے بھجوا دیا جائے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے شملہ بھجوا دیا مگر وہاں جا کر میں اداس ہو گیا اور اس وجہ سے جلدی ہی واپس آ گیا۔

غرض ایسا انسان جس کی صحت کبھی ایک دن بھی اچھی نہیں ہوئی اس انسان کو خدا نے زندہ رکھا اور اس لیے زندہ رکھا کہ اس کے ذریعہ اپنی پیشگوئیوں کو پورا کرے اور اسلام اور احمدیت کی صداقت کا ثبوت لوگوں کے سامنے مہیا کرے۔

پھر میں وہ شخص تھا جسے علوم ظاہری میں سے کوئی علم حاصل نہیں تھا مگر خدا نے اپنے فضل سے فرشتوں کو میری تعلیم کے لیے بھجوایا اور مجھے قرآن کے ان مطالب سے آگاہ فرمایا جو کسی انسان کے واہمہ اور گمان میں بھی نہیں آسکتے تھے۔ وہ علم جو خدا نے مجھے عطا فرمایا، وہ چشمہ روحانی جو میرے سینہ میں پھوٹا وہ خیالی یا قیاسی نہیں ہے بلکہ ایسا قطعی اور یقینی ہے کہ میں ساری دنیا کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر اس دنیا کے پردہ پر کوئی شخص ایسا ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اسے قرآن سکھایا گیا ہے تو میں ہر وقت اس سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔

لیکن میں جانتا ہوں آج دنیا کے پردہ پر سوائے میرے اور کوئی شخص نہیں جسے خدا کی طرف سے قرآن کریم کا علم عطا فرمایا گیا ہو۔ خدا نے مجھے علم قرآن بخشا ہے اور اس زمانہ میں اس نے قرآن سکھانے کے لیے مجھے دنیا کا استاد مقرر کیا ہے۔ خدا نے مجھے اس غرض کے لیے کھڑا کیا ہے کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں اور اسلام کے مقابلہ میں دنیا کے تمام باطل ادیان کو ہمیشہ کی ٹھکست دے دوں۔ دنیا زور لگالے، وہ اپنی تمام طاقتوں اور جمعیتوں کو اکٹھا کر لے، عیسائی بادشاہ بھی اور ان کی حکومتیں بھی مل جائیں، یورپ بھی اور امریکہ بھی اکٹھا ہو جائے، دنیا کی تمام بڑی بڑی مالدار اور طاقتور قومیں اکٹھی ہو جائیں اور وہ مجھے اس مقصد میں ناکام کرنے کے لیے متحد ہو جائیں پھر بھی میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں ناکام رہیں گی اور خدا میری دعاؤں اور تدابیر کے سامنے ان کے تمام منصوبوں اور مکروں اور فریبوں کو ملیا میٹ کر دے گا اور خدا میرے ذریعہ سے یا میرے شاگردوں اور اتباع کے ذریعہ سے اس پیشگوئی کی صداقت ثابت کرنے کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے طفیل اور صدقے اسلام کی عزت کو قائم کرے گا اور اس وقت تک دنیا کو نہیں چھوڑے گا جب تک اسلام پھر اپنی پوری شان کے ساتھ دنیا میں قائم نہ ہو جائے اور جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر دنیا کا زندہ نبی تسلیم نہ کر لیا جائے۔

اے میرے دوستو! میں اپنے لیے کسی عزت کا خواہاں نہیں نہ جب تک خدا تعالیٰ مجھ پر ظاہر کرے کسی مزید عمر کا امیدوار۔ ہاں خدا تعالیٰ کے فضل کا میں امیدوار ہوں اور میں کامل یقین رکھتا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی عزت کے قیام میں اور دوبارہ اسلام کو اپنے پاؤں پر کھڑے کرنے اور مسیحیت کے کچلنے میں میرے گزشتہ یا آئندہ کاموں کا ان شاء اللہ بہت کچھ حصہ ہو گا اور وہ ایڑھیاں جو شیطان کا سر پکلیں گی اور مسیحیت کا خاتمہ کریں گی ان میں سے ایک ایڑھی میری بھی ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

میں اس سچائی کو نہایت کھلے طور پر ساری دنیا کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ یہ آواز وہ ہے جو زمین و آسمان کے خدا کی آواز ہے۔ یہ مشیت وہ ہے جو زمین و آسمان کے خدا کی مشیت ہے۔ یہ سچائی نہیں ٹلے گی نہیں ٹلے گی اور نہیں ٹلے گی۔ اسلام دنیا پر غالب آکر رہے گا۔ مسیحیت دنیا میں مغلوب ہو کر رہے گی۔ اب کوئی سہارا نہیں جو عیسائیت کو میرے حملوں سے بچا سکے۔ خدا میرے ہاتھ سے اس کو شکست دے گا اور یا تو میری زندگی میں ہی اس کو اس طرح کچل کر رکھ دے گا کہ وہ سر اٹھانے کی بھی تاب نہیں رکھے گی اور یا پھر میرے بوئے ہوئے بیج سے وہ درخت پیدا ہو گا جس کے سامنے عیسائیت ایک خشک جھاڑی کی طرح مر جھا کر رہ جائے گی اور دنیا میں چاروں طرف اسلام اور احمدیت کا جھنڈا انتہائی بلند یوں پر اڑتا ہو اور کھائی دے گا۔

میں اس موقع پر جہاں آپ لوگوں کو یہ بشارت دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس پیشگوئی کو پورا کر دیا جو مصلح موعود کے ساتھ تعلق رکھتی تھی وہاں میں آپ لوگوں کو ان ذمہ داریوں کی طرف بھی توجہ دلاتا ہوں۔ جو آپ لوگوں پر عائد ہوتی ہیں آپ لوگ جو میرے اس اعلان کے مصدق ہیں۔ آپ کا اولین فرض یہ ہے کہ اپنے اندر تبدیلی پیدا کریں اور اپنے خون کا آخری قطرہ تک اسلام اور احمدیت کی فتح اور کامیابی کے لیے بہانے کے لیے تیار ہو جائیں۔ بیشک آپ لوگ خوش ہو سکتے ہیں کہ خدا نے اس پیشگوئی کو پورا کیا بلکہ میں کہتا ہوں کہ آپ کو یقیناً خوش ہونا چاہیے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود لکھا ہے کہ تم خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ اس کے بعد اب روشنی آئے گی۔ پس میں تمہیں خوش ہونے سے نہیں روکتا۔ میں تمہیں اچھلنے کو دینے سے نہیں روکتا۔ بیشک تم خوشیاں مناؤ اور خوشی سے اچھلو اور کو دو لیکن میں کہتا ہوں کہ اس خوشی اور اچھل کو دینے میں تم اپنی ذمہ داریوں کو فراموش مت کرو جس طرح خدا نے مجھے رویا میں دکھایا تھا کہ میں تیزی کے ساتھ بھاگتا چلا جا رہا ہوں اور زمین میرے پیروں کے نیچے سمٹی جا رہی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے الہاماً میرے متعلق یہ خبر دی ہے کہ میں جلد جلد بڑھوں گا۔

پس میرے لیے یہی مقدر ہے کہ میں سرعت اور تیزی کے ساتھ اپنے قدم ترقیات کے میدان میں بڑھاتا چلا جاؤں۔ مگر اس کے ساتھ ہی آپ لوگوں پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اپنے قدم کو تیز کریں اور اپنی سست روی کو ترک کر دیں۔ مبارک ہے وہ جو میرے قدم کے ساتھ اپنے قدم کو ملاتا اور سرعت کے ساتھ ترقیات کے میدان میں دوڑتا چلا



جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ رحم کرے اس شخص پر جو سستی اور غفلت سے کام لے کر اپنے قدم کو تیز نہیں کرتا اور میدان میں آگے بڑھنے کی بجائے منافقوں کی طرح اپنے قدم کو پیچھے ہٹا لیتا ہے۔

اگر تم ترقی کرنا چاہتے ہو، اگر تم اپنی ذمہ داریوں کو صحیح طور پر سمجھتے ہو تو قدم بہ قدم اور شانہ بشانہ میرے ساتھ بڑھتے چلے آؤ تاکہ ہم کفر کے قلب میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا گاڑ دیں اور باطل کو ہمیشہ کے لیے صفحہ عالم سے نیست و نابود کر دیں اور انشاء اللہ ایسا ہی ہو گا۔ زمین اور آسمان ٹل سکتے ہیں مگر خدا تعالیٰ کی باتیں کبھی ٹل نہیں سکتیں۔“  
(”الموعود“ انوار العلوم جلد 17 صفحہ 645 تا 649)

حضرت المصلح الموعودؑ پیشگوئی مصلح موعود میں مذکور ”وہ علوم ظاہری سے پُر کیا جائے گا“ کی تشریح میں فرماتے ہیں:  
”وہ علوم ظاہری سیکھے گا نہیں بلکہ خدا کی طرف سے اُسے یہ علوم سکھائے جائیں گے۔ یہ امر یاد رکھنا چاہیے کہ یہاں یہ نہیں کہا گیا کہ وہ علوم ظاہری میں خوب مہارت رکھتا ہو گا بلکہ الفاظ یہ ہیں کہ وہ علوم ظاہری سے پُر کیا جائے گا۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی اور طاقت اُسے یہ علوم ظاہری سکھائے گی۔...  
وہ علوم ظاہری سے پُر کیا جائے گا یہ مفہوم ہے کہ اُسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم دینیہ اور قرآنیہ سکھائے جائیں گے اور خدا خود اُس کا معلم ہو گا۔

میری تعلیم جس رنگ میں ہوئی ہے وہ اپنی ذات میں ظاہر کرتی ہے کہ انسانی ہاتھ میری تعلیم میں نہیں تھا۔“

(”الموعود“ انوار العلوم جلد 17 صفحہ 566، 565)

خدا کا اپنے پاس سے علم دینا اور ہر قسم کے ظاہری اور باطنی علوم سے حصہ عطا فرمانا کے بارہ میں حضرت المصلح الموعودؑ فرماتے ہیں:

”حضرت مسیح موعود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے خدا! میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ تو مجھے رحمت کا نشان دکھا، تو مجھے قدرت اور قربت کا نشان عطا فرما۔ پس یہ نشان تو ایسے قریب ترین عرصہ میں ظاہر ہونا چاہیے تھا جبکہ وہ لوگ زندہ موجود ہوتے جنہوں نے یہ نشان طلب کیا تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ 1889ء میں جب میری پیدائش اللہ تعالیٰ کی پیشگوئیوں کے ماتحت ہوئی تو وہ لوگ زندہ موجود تھے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے یہ نشان مانگا تھا پھر جوں جوں میں بڑھا اللہ تعالیٰ کے نشانات زیادہ سے زیادہ ظاہر ہوتے چلے گئے۔

بچپن میں میری صحت نہایت کمزور تھی پہلے کالی کھانسی ہوئی اور پھر میری صحت ایسی گر گئی کہ گیارہ بارہ سال کی عمر تک میں موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا رہا اور عام طور پر یہی سمجھا جاتا رہا کہ میری زیادہ لمبی عمر نہیں ہو سکتی۔ اسی دوران میں میری آنکھیں دکھنے آگئیں اور اس قدر دکھیں کہ میری ایک آنکھ قریباً ماری گئی۔ چنانچہ اس میں سے مجھے بہت کم نظر آتا ہے۔ پھر جب میں اور بڑا ہوا تو متواتر چھ سات ماہ تک مجھے بخار آتا رہا۔ اور سہل اور دق کا مریض مجھے قرار دے دیا گیا۔ ان وجوہ سے میں باقاعدہ پڑھائی بھی نہیں کر سکتا تھا۔ لاہور کے ہی ماسٹر فقیر اللہ صاحب جن کی مسلم ٹاؤن میں کوٹھی ہے ہمارے سکول میں حساب پڑھایا کرتے تھے۔ انہوں نے ایک دفعہ میرے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس شکایت کی کہ پڑھنے نہیں آتا اور اکثر غائب رہتا ہے۔ میں ڈرا کہ شاید حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ناراض ہوں گے مگر آپ فرمانے لگے ماسٹر صاحب! اس کی صحت کمزور ہتی ہے ہم اتنا ہی شکر کرتے ہیں کہ یہ کبھی کبھی مدرسہ میں چلا جاتا ہے اور کوئی بات اس کے کانوں میں پڑ جاتی ہے زیادہ زور اس پر نہ دیں۔ بلکہ مجھے یاد ہے آپ نے یہ بھی فرمایا ہم نے حساب سکھا کر اسے کیا کرنا ہے۔ کیا ہم نے اس سے کوئی دکان کرانی ہے۔ قرآن اور حدیث پڑھ لے گا تو کافی ہے۔

غرض میری صحت ایسی کمزور تھی کہ دنیا کے علم پڑھنے کے میں بالکل ناقابل تھا، میری نظر بھی کمزور تھی۔ میں پرائمری مڈل اور انٹرنس کے امتحان میں فیل ہوا ہوں کسی امتحان میں پاس نہیں ہوا۔ مگر خدا نے میرے متعلق خبر دی تھی کہ میں علوم ظاہری اور باطنی سے پڑ کیا جاؤں گا۔ چنانچہ باوجود اس کے کہ ذہنی علوم میں سے کوئی علم میں نے نہیں پڑھا اللہ تعالیٰ نے ایسی عظیم الشان علمی کتابیں میرے قلم سے لکھوائیں کہ دنیا ان کو پڑھ کر حیران ہے اور وہ یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ اس سے بڑھ کر اسلامی مسائل کے متعلق اور کچھ نہیں لکھا جاسکتا۔ ابھی تفسیر کبیر کے نام سے میں نے قرآن کریم کی تفسیر کا ایک حصہ لکھا ہے اسے پڑھ کر بڑے بڑے مخالفوں نے بھی تسلیم کیا ہے کہ اس جیسی آج تک کوئی تفسیر نہیں لکھی گئی۔ پھر ہمیشہ میں لاہور میں آتا رہتا ہوں اور یہاں کے رہنے والے جانتے ہیں کہ مجھ سے کالجوں کے پروفیسر ملنے آتے ہیں، سٹوڈنٹس ملنے آتے ہیں، ڈاکٹر ملنے آتے ہیں، مشہور پلیڈر اور وکیل ملنے آتے ہیں مگر آج تک ایک دفعہ بھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی بڑے سے بڑے مشہور عالم نے میرے سامنے اسلام اور قرآن پر کوئی اعتراض کیا ہو اور میں نے اسلام اور قرآن کی تعلیم کی روشنی میں ہی اُسے ساکت اور لاجواب نہ کر دیا ہو اور اسے یہ تسلیم نہ کرنا پڑا ہو کہ واقعہ میں اسلام کی تعلیم پر کوئی حقیقی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جو میرے شامل حال ہے ورنہ میں نے دنیوی علوم کے لحاظ سے کوئی علم نہیں سیکھا لیکن میں اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ خدا نے مجھے اپنے پاس سے علم دیا اور خود مجھے ہر قسم کے ظاہری اور باطنی علوم سے حصہ عطا فرمایا۔

میں ابھی بچہ ہی تھا کہ میں نے رویا میں دیکھا کہ ایک گھنٹی بجی ہے اور اُس میں سے ٹن کی آواز پیدا ہوئی ہے جو بڑھتے بڑھتے ایک تصویر کے فریم کی صورت اختیار کر گئی۔ پھر میں نے دیکھا کہ اُس فریم میں ایک تصویر نمودار ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ تصویر ہلنی شروع ہوئی اور پھر یکدم اُس میں سے کود کر ایک وجود میرے سامنے آگیا اور اُس نے کہا میں خدا کا فرشتہ ہوں اور تمہیں قرآن کریم کی تفسیر سکھانے کے لئے آیا ہوں۔ میں نے کہا سکھاؤ۔ تب اُس نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر سکھانی شروع کر دی وہ سکھاتا گیا، سکھاتا گیا اور سکھاتا گیا یہاں تک کہ جب وہ رَايَاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِينُ تک پہنچا تو کہنے لگا آج تک جتنے مفسر گزرے ہیں اُن سب نے صرف اس آیت تک تفسیر لکھی ہے لیکن میں تمہیں اس کے آگے بھی تفسیر سکھاتا ہوں۔ چنانچہ اُس نے ساری سورۃ فاتحہ کی تفسیر مجھے سکھادی۔

اس رویا کے معنی درحقیقت یہی تھے کہ فہم قرآن کا ملکہ میرے اندر رکھ دیا گیا ہے۔ چنانچہ یہ ملکہ میرے اندر اس قدر ہے کہ میں یہ دعویٰ کرتا ہوں اور جس مجلس میں چاہو میں یہ دعویٰ کرنے کے لئے تیار ہوں کہ سورۃ فاتحہ سے ہی میں تمام اسلامی علوم بیان کر سکتا ہوں۔

میں ابھی چھوٹا ہی تھا سکول میں پڑھا کرتا تھا کہ ہمارے سکول کی فٹ بال ٹیم امرتسر کے خالصہ کالج کی ٹیم سے کھیلنے کے لئے گئی۔ مقابلہ ہوا اور ہماری ٹیم جیت گئی۔ اس پر باوجود اُس مخالفت کے جو مسلمان ہماری جماعت کے ساتھ رکھتے ہیں چونکہ ایک رنگ میں مسلمانوں کی عزت افزائی ہوئی تھی اس لئے امرتسر کے ایک رئیس نے ہماری ٹیم کو چائے کی دعوت دی۔ جب ہم وہاں گئے تو مجھے تقریر کرنے کے لئے کھڑا کر دیا گیا۔ میں نے اس تقریر کے لئے کوئی تیاری نہیں کی تھی۔ جب مجھے کھڑا کیا گیا تو معاً مجھے یہ رویا یاد آگیا اور میں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ اے خدا! تیرا فرشتہ مجھے خواب میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر سکھا گیا تھا۔ آج میں اس بات کا امتحان لینا چاہتا ہوں کہ یہ خواب تیری طرف سے تھا یا میرے نفس کا دھوکا تھا۔ اگر یہ خواب تیری طرف سے تھا تو مجھے سورہ فاتحہ کا ہی آج کوئی ایسا نکتہ بتا جو اس سے پہلے دنیا کے کسی مفسر نے بیان نہ کیا ہو۔ چنانچہ اس دعا کے معاً بعد خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ایک نکتہ ڈالا اور میں نے کہا دیکھو!

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہ دعا سکھائی ہے کہ **غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ**۔ اے مسلمانو! تم پانچ نمازوں میں اور اپنی نماز کی ہر رکعت میں یہ دعا کیا کرو کہ ہم **مَغْضُوبٌ** اور **ضَالٌّ** نہ بن جائیں۔ **مَغْضُوبٌ** کے معنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیثوں میں خود بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ آپؐ فرماتے ہیں **مَغْضُوبٌ** کے معنی ہیں **الْيَهُودُ** اور **ضَالٌّ** کے معنی ہیں نصاریٰ۔

پس **غَيْرِ الْمَغْضُوبِ** سے مراد یہ تھا کہ الہی! ہم یہودی نہ بن جائیں اور **وَالضَّالِّينَ** سے مراد یہ تھا کہ ہم نصاریٰ نہ بن جائیں۔ اس امر کی مزید وضاحت اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اس اُمت میں ایک مسیح آئے گا۔ پس جو لوگ اُس کا انکار کریں گے وہ لازماً یہود صفت بن جائیں گے۔ دوسری طرف آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ عیسائیت کا فتنہ ایک زمانہ میں خاص طور پر بڑھ جائے گا۔ لوگ روٹی کے لئے، ملازمت کے لئے، سوسائٹی میں عزت حاصل کرنے کے لئے عیسائیت اختیار کر لیں گے یاد ہو گا کھا کر اور اپنے مذہب کی تعلیم کو نہ سمجھ کر عیسائیت قبول کر لیں گے۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ سورہ فاتحہ مکہ میں نازل ہوئی اور اُس وقت نہ عیسائی اسلام کے زیادہ مخالف تھے اور نہ یہودی اسلام کے زیادہ مخالف تھے۔ اُس وقت سب سے زیادہ مخالفت مکہ کے بُت پرستوں کی طرف سے کی جاتی تھی۔ مگر دعا یہ نہیں سکھائی گئی کہ الہی! ہم بُت پرست نہ بن جائیں بلکہ دعا یہ سکھائی گئی ہے کہ الہی! ہم یہودی یا نصاریٰ نہ بن جائیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس سورہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے یہ پیشگوئی فرمادی تھی کہ مکہ کے بُت پرست ہمیشہ کے لئے مٹا دیئے جائیں گے اور اُن کا نام و نشان تک باقی نہیں رہے گا۔ پس اس بات کی ضرورت ہی نہیں کہ ان کے متعلق مسلمانوں کو کوئی دعا سکھائی جائے۔ ہاں یہودیت اور عیسائیت یادو نونوں باقی رہیں گے اور تمہارے لئے ضروری ہو گا کہ ان کے فتنہ سے بچنے کے لئے ہمیشہ دعائیں کرتے رہو۔

جب میری یہ تقریر ہو چکی تو بعد میں بڑے بڑے رؤسا مجھے ملے اور کہنے لگے آپ نے قرآن خوب پڑھا ہوا ہے۔ ہم نے تو اپنی ساری عمر میں یہ نکتہ پہلی دفعہ سنا ہے۔ چنانچہ واقعہ یہی ہے ساری تفسیروں کو دیکھ لو کسی مفسر قرآن نے آج تک یہ نکتہ بیان نہیں کیا۔ حالانکہ میری عمر اُس وقت بیس سال کی تھی جب اللہ تعالیٰ نے یہ نکتہ مجھ پر کھولا۔“

(”میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں۔“ انوار العلوم جلد 17 صفحہ 223 تا 227)

قرآن کریم کے علوم کی کنجی ملنے کا ذکر کرتے ہوئے حضرت المصلح الموعودؑ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتہ کے ذریعہ مجھے قرآن کریم کا علم عطا فرمایا ہے اور میرے اندر اُس نے ایسا ملکہ پیدا کر دیا ہے جس طرح کسی کو خزانہ کی کنجی مل جاتی ہے اسی طرح مجھے قرآن کریم کے علوم کی کنجی مل چکی ہے۔ دنیا کا کوئی عالم نہیں جو میرے سامنے آئے اور میں قرآن کریم کی افضلیت اُس پر ظاہر نہ کر سکوں۔“  
لاہور میں آپ لیکچر دے رہے تھے۔ فرمایا کہ:

”یہ لاہور شہر ہے۔ یہاں یونیورسٹی موجود ہے۔ کئی کالج یہاں کھلے ہوئے ہیں۔ بڑے بڑے علوم کے ماہر اس جگہ پر پائے جاتے ہیں۔ میں ان سب سے کہتا ہوں کہ دنیا کے کسی علم کا ماہر میرے سامنے آجائے، دنیا کا کوئی پروفیسر میرے سامنے آجائے، دنیا کا کوئی سائنسدان میرے سامنے آجائے اور وہ اپنے علوم کے ذریعہ قرآن کریم پر حملہ کر کے دیکھ لے۔ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسے ایسا جواب دے سکتا ہوں کہ دنیا تسلیم کرے گی کہ اس کے اعتراض کا رد ہو گیا اور میں دعویٰ کرتا ہوں کہ میں خدا کے کلام سے ہی اس کو جواب دوں گا اور قرآن کریم کی آیات کے ذریعہ سے ہی اس کے اعتراضات کو رد کر کے دکھا دوں گا۔“

(”میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں۔“ انوار العلوم جلد 17 صفحہ 227)

مزید فرماتے ہیں:

”میرا دعویٰ ہے کہ کسی مذہب و ملت کا آدمی روحانی علوم میں سے کسی مضمون کے متعلق بھی جو کچھ اپنی ساری کتاب میں سے نکال سکتا ہے اُس سے بڑھ کر مضامین خدا تعالیٰ کے فضل سے میں صرف سورہ فاتحہ میں سے نکال سکتا ہوں۔ مدتوں سے میں دنیا کو یہ چیلنج دے رہا ہوں مگر آج تک کسی نے اس چیلنج کو قبول نہیں کیا۔ ہستی باری تعالیٰ کا ثبوت، توحید الہی کا ثبوت، رسالت اور اس کی ضرورت، شریعت کاملہ کی علامات اور بنی نوع انسان کے لئے اس کی ضرورت، دعا، تقدیر، حشر و نشر، جنت و دوزخ، ان تمام مضامین پر سورہ فاتحہ سے ایسی روشنی پڑتی ہے کہ دوسری کتب کے سینکڑوں صفحات بھی اتنی روشنی انسان کو نہیں پہنچاتے۔“

(”احمدیت کا پیغام“ انوار العلوم جلد 20 صفحہ 567)

اے اللہ تعالیٰ کی جناب سے قرآنی علوم کے دیئے جانے کے متعلق فرماتے ہیں:

”عہدہ خلافت کو سنبھالنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے قرآنی علوم اتنی کثرت کے ساتھ کھولے کہ اب قیامت تک

امت مسلمہ اس بات پر مجبور ہے کہ میری کتابوں کو پڑھے اور ان سے فائدہ اٹھائے۔

وہ کون سا اسلامی مسئلہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے اپنی تمام تفصیل کے ساتھ نہیں کھولا۔ مسئلہ نبوت،

مسئلہ کفر، مسئلہ خلافت، مسئلہ تقدیر، قرآنی ضروری امور کا انکشاف، اسلامی اقتصادیات، اسلامی سیاسیات اور اسلامی معاشرت وغیرہ پر تیرہ سو سال سے کوئی وسیع مضمون موجود نہیں تھا۔ مجھے خدا نے اس خدمت دین کی توفیق دی اور اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے سے ہی ان مضامین کے متعلق قرآن کے معارف کھولے جن کو آج دوست اور دشمن سب نقل کر رہے ہیں۔ مجھے کوئی لاکھ گالیاں دے، مجھے لاکھ برابھلا کہے، جو شخص اسلام کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے لگے گا اسے میرا خوشہ چیں ہونا پڑے گا۔ اور وہ میرے احسان سے کبھی باہر نہیں جاسکے گا چاہے پیغامی ہوں یا مصری۔

ان کی اولادیں جب بھی دین کی خدمت کا ارادہ کریں گی وہ اس بات پر مجبور ہوں گی کہ میری کتابوں کو پڑھیں اور ان سے فائدہ اٹھائیں بلکہ میں بغیر فخر کے کہہ سکتا ہوں کہ اس بارہ میں سب خلفاء سے زیادہ مواد میرے ذریعے سے جمع ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ پس مجھے یہ لوگ خواہ کچھ کہیں، خواہ کتنی بھی گالیاں دیں ان کے دامن میں اگر قرآن کے علوم پڑیں گے تو میرے ذریعے ہی اور دنیا ان کو یہ کہنے پر مجبور ہوگی کہ اے نادانو! تمہاری جھولی میں تو جو کچھ بھرا ہوا ہے وہ تم نے اسی سے لیا ہے۔ پھر اس کی مخالفت تم کس منہ سے کر رہے ہو؟“

(”خلافت راشدہ“ انوار العلوم جلد 15 صفحہ 587-588)

حضرت المصلح موعودؑ کی ”اولوالعزمی“:

آپؑ اپنی ایک تقریر میں فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کے مرسل جب آتے ہیں اُس وقت ہر شخص جو اُن کی جماعت میں داخل ہوتا ہے یہ سمجھتا ہے کہ دین کا کام میرے سوا اور کسی نے نہیں کرنا۔ جب وہ یہ سمجھ لے تو وہ اس کی انجام دہی کے لئے اپنی ساری قوتیں صرف کر دیتا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ وہ مجنوں بن جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فوت ہوئے تو میں نے اس قسم کی آوازیں سنیں کہ آپ کی وفات بے وقت ہوئی ہے۔ ایسا کہنے والے یہ تو نہیں کہتے تھے کہ نعوذ باللہ آپ جھوٹے ہیں۔ مگر یہ کہتے تھے کہ وفات ایسے وقت میں ہوئی ہے جبکہ آپ نے خدا تعالیٰ کا پیغام اچھی طرح نہیں پہنچایا اور پھر آپ کی بعض پیشگوئیاں بھی پوری نہیں ہوئیں۔“ فرماتے ہیں کہ ”میری عمر اُس وقت انیس سال کی تھی۔ میں نے جب اس قسم کے

فقرات سنے تو میں آپ کی لاش کے سرہانے جا کر کھڑا ہو گیا اور میں نے خدا تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے دعا کی کہ اے خدا! یہ تیرا محبوب تھا جب تک یہ زندہ رہا اُس نے تیرے دین کے قیام کے لئے بے انتہا قربانیاں کیں۔ اب جبکہ اُس کو تو نے اپنے پاس بلا لیا ہے لوگ کہہ رہے ہیں کہ اس کی وفات بے وقت ہوئی ہے۔ ممکن ہے ایسا کہنے والوں یا ان کے باقی ساتھیوں کے لئے اس قسم کی باتیں ٹھوکر کا موجب ہوں اور جماعت کا شیرازہ بکھر جائے۔

اس لئے اے خدا! میں تجھ سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر ساری جماعت بھی تیرے دین سے پھر جائے تو

میں اس کے لئے اپنی جان لڑا دوں گا۔ اُس وقت میں نے سمجھ لیا تھا کہ یہ کام میں نے ہی کرنا ہے اور یہی ایک چیز تھی جس نے انیس سال کی عمر میں ہی میرے دل کے اندر ایک ایسی آگ بھردی کہ میں نے اپنی ساری زندگی دین کی خدمت میں لگا دی اور باقی تمام مقاصد کو چھوڑ کر صرف یہی ایک مقصد اپنے سامنے رکھ لیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جس کام کے لئے تشریف لائے تھے وہ اب میں نے ہی کرنا ہے۔ وہ عزم جو اُس وقت میرے دل کے اندر پیدا ہوا تھا، آج تک میں اُس کونیت نئی چاشنی کے ساتھ اپنے اندر پاتا ہوں اور وہ عہد جو اُس وقت میں نے آپ کی لاش کے سرہانے کھڑا ہو کر کیا تھا وہ خضر راہ بن کر مجھے ساتھ لئے جاتا ہے۔“

(”تومی ترقی کے دو اہم اصول“ انوار العلوم جلد 19 صفحہ 74، 75)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کے

علمی کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنی عمر کے آخری دور میں سب سے بڑی یہ خواہش تھی کہ آپ کی

زندگی میں آپ کے ذریعہ پورے قرآن مجید کا ایک معیاری اور با محاورہ اردو ترجمہ مع مختصر مگر جامع نوٹوں کے شائع ہو جائے۔

سفر یورپ 1955ء سے واپسی کے بعد اگرچہ حضورؑ کی طبیعت اکثر ناساز رہتی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیفہ

موعود کی روح القدس سے ایسی زبردست تائید فرمائی کہ جون 1956ء میں گرمیوں میں مری کے پہاڑوں پر گئے تو وہاں

آپ نے ترجمہ قرآن املا کر اننا شروع کیا جو خدا کے فضل سے 25 اگست 1956ء کی عصر تک مکمل ہو گیا اور یہ نخلہ ایک جگہ

تھی جو کلر کہار کے قریب چھوٹا سا پُر فضا مقام ہے وہاں آپؑ نے چھوٹی سی ایک بستی بنائی تھی جہاں یہ کام کیا۔ اس کے بعد پھر اس کی نظر ثانی ہوئی۔ پھر نظر ثالث ہوئی۔ کتابت ہوئی۔ پروف ریڈنگ وغیرہ ہوئی۔ اس کے بہت سارے کام ہوئے اور تفسیر صغیر 15 نومبر 1957ء کو طبع ہو کر مکمل تیار ہو گئی۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 19 صفحہ 522 تا 531)

حضرت مصلح موعودؑ نے تفسیر صغیر کے بارے میں ایک جگہ فرمایا کہ

”میری رائے یہ ہے کہ اس وقت تک قرآن کریم کے جتنے ترجمے ہو چکے ہیں ان میں سے کسی ترجمہ میں بھی اردو محاورے اور عربی محاورے کا اتنا خیال نہیں رکھا گیا جتنا اس میں رکھا گیا ہے۔“

عام طور پر دیکھیں اور خصوصاً اس کے نوٹس میں بھی نظر آجاتا ہے کہ آپؑ نے ترجمہ میں محاورے کا خیال رکھا ہے۔ ”یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے اتنے تھوڑے عرصہ میں ایسا عظیم الشان کام سرانجام دینے کی توفیق عطا فرما دی۔“ فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ نے اس بڑھے اور کمزور انسان سے وہ عظیم الشان کام کروالیا جو بڑے بڑے طاقتور بھی نہ کر سکے۔“ فرماتے ہیں

”گذشتہ تیرہ سو سال میں بڑے بڑے قوی نوجوان گزرے ہیں مگر جو کام اللہ تعالیٰ نے مجھے سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائی ہے اس کی ان میں سے کسی کو بھی توفیق نہیں ملی۔ درحقیقت یہ کام خدا کا ہے اور وہ جس سے چاہتا ہے کروالیتا ہے۔“

(تاریخ احمدیت جلد 19 صفحہ 525، 526)

پھر ایک اور جگہ آپؑ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم سے... قرآن شریف کا سارا ترجمہ مکمل ہو گیا۔ یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰہ سے وَالنَّاسِ تک مع تفسیر صغیر کے جس کے متعلق تفسیر کبیر سے مقابلہ کرنے سے یہ پتہ لگا ہے کہ کئی مضامین اختصاراً اس میں ایسے آئے ہیں کہ تفسیر کبیر میں بھی نہیں۔“ (تاریخ احمدیت جلد 19 صفحہ 530)

پھر تفسیر القرآن انگریزی کا بھی ایک اہم کام ہوا جسے ہم فائیو وولیم کنٹری (Five Volume Commentary)



کہتے ہیں۔ اس تفسیر کے شروع میں حضرت مصلح موعودؑ کے قلم سے لکھا ہوا ایک نہایت پرمعارف دیباچہ بھی شامل ہے جس میں دوسرے صحفِ سماوی کی موجودگی میں قرآن مجید کی ضرورت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور جمع القرآن اور قرآنی تعلیمات پر بالکل اچھوتے اور دلاویز پیرائے میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

حضرت مصلح موعودؑ نے اس دیباچے کے آخر میں شکر یہ و اعتراف کے زیر عنوان تحریر فرمایا کہ میں اس دیباچے کے آخر میں مولوی شیر علی صاحب کی ان بے نظیر خدمات کا اعتراف کرنا چاہتا ہوں جو انہوں نے باوجود صحت کی خرابی کے قرآن کریم کو انگریزی میں ترجمہ کرنے کے متعلق کی ہیں۔

اسی طرح ملک غلام فرید صاحب، خان بہادر چودھری ابوالہاشم خان صاحب مرحوم اور مرزا بشیر احمد صاحب بھی شکر یہ کے مستحق ہیں۔ انہوں نے ترجمے پر تفسیری نوٹ میری مختلف تقریروں اور کتابوں اور درسوں کا خلاصہ نکال کر درج کیے ہیں۔ پھر اس میں آپ نے یہ بھی لکھا کہ میں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ حضرت خلیفہ اولؑ کا شاگرد ہونے کی وجہ سے کئی مضامین میری تفسیر میں لازماً ایسے آئے ہیں جو میں نے ان سے سیکھے۔

اس لیے اس تفسیر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تفسیر بھی، حضرت خلیفہ اولؑ کی تفسیر بھی اور میری تفسیر بھی آجائے گی اور چونکہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی روح سے مسموح کر کے ان علوم سے سرفراز فرمایا تھا جو اس زمانے کے لیے ضروری ہیں اس لیے میں امید کرتا ہوں کہ یہ تفسیر بہت سے بیماروں کو شفا دینے کا موجب ہوگی۔ بہت سے اندھے اس کے ذریعہ سے آنکھیں پائیں گے۔ بہرے سننے لگ جائیں گے۔ گونگے بولنے لگ جائیں گے۔ لنگڑے اور اپانچ چلنے لگ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کے مضامین کو برکت دیں گے اور یہ اس غرض کو پورا کرے گی جس غرض کے لیے یہ شائع کی جا رہی ہے۔ اللہم آمین۔

(ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 507، 508)

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 17 فروری 2023ء)



## کیا قرآن شریف بائبل کی نقل ہے؟ (نعوذ باللہ)

(ایم۔ ناصر)

مخالفین اسلام جو اعتراضات قرآن شریف پر کرتے ہیں ان میں یہ مضحکہ خیز اعتراض بھی ہے کہ قرآن شریف پرانے اور نئے عہد نامہ کی نقل ہے۔ یہ اعتراض کرنے والوں کی عقل پر تعجب ہوتا ہے اگر یہی بات تھی تو پرانے اور نئے عہد نامہ والوں نے قرآن شریف کی اس قدر مخالفت کیوں کی ان کو تو مخالفت کے بجائے خوشی کا اظہار کرنا چاہیے تھا کہ قرآن ہماری کتابوں کی نقل کرتا ہے۔

درج ذیل مضمون میں اختصار کے ساتھ ان اہم اور بنیادی اختلافات کا ذکر ہے جو قرآن شریف نے اس بائبل سے کئے جو قرآن کے نزول کے وقت رائج تھی۔

(1) قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی توحید پر غیر معمولی زور دیتا ہے اور جس توحید کو انگریزی میں absolute

unity کہا جاتا ہے اس کا پر زور مدعی ہے۔

مگر بائبل کے ماننے والوں کی غالب اکثریت یہ دعویٰ کرتی ہے کہ بائبل الوہیت میں تین اتانیم کی تعلیم دیتی ہے جو باپ بیٹا اور روح القدس کہلاتے ہیں اور یہ تینوں الگ الگ بھی کلیہ ممتاز ہیں۔ اور باپ بھی کامل خدا ہے، بیٹا بھی کامل خدا ہے اور روح القدس بھی کامل خدا ہے۔

(2) صرف پرانے عہد نامہ کو ماننے والے اگرچہ توحید کا لفظاً اقرار کرتے ہیں مگر پرانے عہد نامہ میں بھی یہ

بیان موجود ہے کہ خدا کے بیٹوں نے انسان کی بیٹیوں سے شادی کی۔ (دیکھیں پیدائش باب 6 آیت 2)

(3) قرآن مجید انبیاء اور رسولوں کو بشر قرار دیتا ہے مگر ساتھ ہی ان کو معصوم قرار دیتا ہے۔

مگر بائبل انبیاء اور رسولوں پر حد درجہ ناپاک الزام لگاتی ہے اور ان کو جھوٹ بولنے والا اور حد درجہ ناپاک گناہوں کا مرتکب قرار دیتی ہے۔

(4) قرآن کریم اپنی تعلیم کو دنیا کے تمام لوگوں، تمام ممالک، تمام زبانیں بولنے والوں، تمام رنگ و نسل کے لوگوں کے لئے واجب العمل قرار دیتا ہے۔

جبکہ پرانا عہد نامہ بنی اسرائیل کو خدا کی چنیدہ قوم قرار دے کر اپنی تعلیم کو بارہ 12 قبائل کے لئے محدود کرتا ہے۔ اور نئے عہد نامہ میں تو یسوع نصری صاف صاف فرماتے ہیں کہ وہ بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا کسی کی طرف نہیں بھیجا گیا۔ اور ایک غیر اسرائیلی خاتون کو جو صرف یہ درخواست کرتی تھی کہ یسوع اس کی بیٹی کو شفا دے دیں کتے کے لقب سے ملقب کرتا ہے۔ (دیکھیں متی کی انجیل باب 15 آیت 22 تا 26)

(5) قرآن شریف سختی سے شراب کی ممانعت کرتا ہے۔

مگر بائبل میں لکھا ہے کہ یسوع نصری نے پانی کے 6 مٹکوں کو معجزانہ طور پر شراب بنا دیا۔

(دیکھیں یوحنا کی انجیل باب 2 آیت 1 تا 10)

(6) قرآن شریف تعدد ازدواج پر 4 کی پابندی عائد کرتا ہے اور 4 کی اجازت بھی شرائط سے مشروط کرتا ہے۔ مگر بائبل میں ایسی کسی پابندی کا بیان نہیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام جو عالم عیسائیت کے عقیدہ کے مطابق نبی تھے، پر سینکڑوں شادیوں کا الزام لگاتی ہے۔ (دیکھیں 1 سلاطین باب 11 آیت 3)

(7) قرآن شریف جہاں قریبی رشتہ داروں سے شادی پر پابندی لگاتا ہے وہاں نسب کے علاوہ قریبی رضاعی رشتہ داروں سے شادی پر بھی پابندی لگاتا ہے۔

مگر بائبل میں رضاعی رشتہ داروں سے شادی پر کسی پابندی کا ذکر نہیں۔

(8) ورثہ کے بارہ میں قرآن شریف عورتوں کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے اور ماں، بیٹی اور بیوی کو مرنے

والے کا وارث قرار دیتا ہے۔

مگر بائبل کی رو سے اگر میت کا صرف ایک بیٹا بھی موجود ہو تو کسی عورت رشتہ دار کو ورثہ نہیں ملتا۔ نہ ماں کو نہ

یہودیوں کو نہ بیٹی کو۔ (دیکھیں گنتی باب 27 آیت 8)

(9) قرآن شریف جارحانہ حملہ کی ہرگز اجازت نہیں دیتا صرف جارحانہ حملہ آور کے حملہ کا دفاع کرنے کی

اجازت دیتا ہے۔

مگر بائبل اس مضمون سے بھری پڑی ہے کہ خدا کے حکم سے بنی اسرائیل نے سات ہمسایہ اقوام پر جارحانہ حملہ

کئے اور ان کے ملک پر قبضہ کیا اور ان کے مال لوٹ لئے۔ (دیکھیں استثنا باب 20 آیت 10 تا 18)

(10) جارحانہ حملہ کرنے والے دشمن کا دفاع کرتے ہوئے بھی اسلام عورتوں، بچوں اور مذہبی گوشہ نشینوں

کو قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ مگر بائبل بڑے فخر سے عورتوں اور شیر خوار بچوں کے قتل کا حکم دیتی ہے۔

(دیکھیں استثنا باب 2 آیت 34 نیز باب 3 آیت 6)

(11) اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی الہامی کتاب قرآن شریف کی حفاظت کی ضمانت دیتا ہے اور کسی مسلمان کو

اجازت نہیں دیتا کہ قرآن شریف میں تحریف کرے۔

مگر بائبل کے نسخہ جات میں اصل لکھنے والوں کے بعد تحریف و تبدیلی لاکھوں سے تجاوز کر چکی ہے۔

(12) قرآن شریف سو لینے پر کلیہ پابندی لگاتا ہے۔

مگر بائبل یہ پابندی صرف اہل کتاب سے سو لینے پر لگاتی ہے اور غیر اہل کتاب سے سو لینے کو سراسر جائز قرار

دیتی ہے۔ (دیکھیں استثنا باب 23 آیت 19، 20)

(13) قرآن مجید ہر بالغ صحت مند ماننے والے پر رمضان میں روزہ رکھنے کی پابندی لگاتا ہے۔

جبکہ بائبل کی شریعت میں صرف ایک روزہ کا حکم ہے۔ (دیکھیں احبار باب 23 آیت 27 تا 32)

(14) قرآن صاف فرماتا ہے کہ جو لوگ حقیقتاً فوت ہو جاتے ہیں دوبارہ زندہ ہو کر اس دنیا میں نہیں

آتے۔ مگر پرانا عہد نامہ کچھ فوت شدہ لوگوں کے زندہ ہو کر واپس آنے کا ذکر کرتا ہے۔ جبکہ نیا عہد نامہ تو سینکڑوں لوگوں

کے دوبارہ زندہ ہونے کا ذکر کرتا ہے۔ (دیکھیں متی کی انجیل باب 27 آیت 52، 53)

(15) قرآن ایسی باتوں سے پاک ہے جو بائبل میں ہیں کہ اگر ایک مالک اپنے غلام یا لونڈی کو مارے اور وہ

ایک دودن زندہ رہے تو مالک کو کوئی سزا نہیں دی جائے گی کیونکہ وہ غلام اس کا مال ہے۔ (دیکھیں خروج باب 21 آیت 20، 21)

(16) قرآن خود کشی سے سختی سے منع فرماتا ہے مگر بائبل میں اس کی ممانعت کا کوئی حکم مجھے نہیں ملا۔

(17) بائبل میں لکھا ہے کہ کسی جادو گر نے کو جینے نہ دینا۔ (دیکھیں خروج باب 22 آیت 18)

قرآن ایسے ظالمانہ احکام سے پاک ہے۔

(18) بائبل کہتی ہے اگر کوئی واحد خداوند کو چھوڑ کر کسی اور معبود کے آگے قربانی چڑھائے گا تو وہ بالکل نابود

کر دیا جائے گا (دیکھیں خروج باب 22 آیت 20)

مگر قرآن فرماتا ہے: مَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ۔ (الکھف: 30)

(19) بائبل میں لکھا ہے کہ اگر بیل کسی مرد یا عورت کو ایسا سینگ مارے کہ وہ مر جائے تو وہ بیل ضرور سنگسار

کیا جائے اور اس کا گوشت کھایا نہ جائے۔ (دیکھیں خروج باب 21 آیت 28)

جانور کو سنگسار کرنے کے احکامات والی کتاب کے بارہ میں یہ کہنا کہ قرآن اس کی نقل کرتا ہے بالکل غلط الزام ہے۔

(20) بائبل میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیٹی کو لوٹڈی ہونے کے لئے بیچ ڈالے...

(دیکھیں خروج باب 21 آیت 7 تا 11)

قرآن اس قسم کے ظالمانہ احکام سے پاک ہے اور بائبل کی نقل سے بالکل منزہ ہے۔

(21) بائبل میں لکھا ہے کہ جو کوڑھی اس بلا میں مبتلا ہو اس کے کپڑے پھٹے اور اس کے سر کے بال بکھرے

رہیں اور وہ اپنے اوپر کے ہونٹ کو ڈھانکے اور چلا چلا کہ کہے ناپاک ناپاک... وہ ہے ہی ناپاک۔

(دیکھیں احبار باب 13 آیت 45, 46)

قرآن شریف ہر گز بائبل کی نقل نہیں کرتا۔

(22) بائبل میں لکھا ہے جس کے حصے کچلے گئے ہوں یا آلت کاٹ ڈالی گئی ہو وہ خداوند کی جماعت میں آنے نہ

پائے۔ کوئی حرام زادہ خداوند کی جماعت میں داخل نہ ہو۔ دسویں پشت تک اس کی نسل میں سے کوئی خداوند کی جماعت میں

آنے نہ پائے۔ (استثنا باب 23 آیت 1, 2)

گویا دس پشت تک ان لوگوں کے نام جن پر یہ داغ ہو خواہ وہ کتنے ہی نیک پاک ہوں یہودی معبد میں آنے کی

اجازت نہیں۔

قرآن شریف ان باتوں سے پاک ہے کہ نماز باجماعت کے لئے ایسے لوگ نہیں آسکتے۔

قرآن پر بائبل کی نقل کا الزام لگانے والے ہوش کے ناخن لیں۔ اس راقم کو ایک دفعہ فلاڈلفیا philadelphia کے ایک پرنٹنگ پریس میں جانے کا موقع ملا تو وہاں ایک ہال کمرے میں 10 لاکھ بائبل کے نسخے چھپ کر تیار پڑے تھے۔ شبہ پڑتا ہے کہ بائبل کے ماننے والے بائبل کو خوبصورت جلدوں میں تیار کر کے اپنے ڈرائنگ روم میں سجاتے ہیں مگر اس کے مضحکہ خیز مضامین پڑھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

(23) بائبل کے ماننے والی اقوام مسلمانوں پر عورت کے عدم احترام کا الزام لگاتی ہیں۔ وہ ذرا اس عبارت کو

غور سے پڑھیں۔ استثناء باب 25 میں لکھا ہے:

”اگر کئی بھائی مل کر ساتھ رہتے ہوں اور ایک ان میں سے بے اولاد مر جائے تو اس مرحوم کی بیوی کسی اجنبی سے بیاہ نہ کرے بلکہ اس کے شوہر کا بھائی اس کے پاس جا کر اسے اپنی بیوی بنا لے اور شوہر کے بھائی کا جو حق ہے وہ اس کے ساتھ ادا کرے۔ اور اس عورت کے جو پہلا بچہ ہو وہ اس آدمی کے مرحوم بھائی کے نام کا کہلائے تاکہ اس کا نام اسرائیل میں مٹ نہ جائے۔ اور اگر وہ آدمی اپنی بھانج سے بیاہ کرنا نہ چاہے تو اس کی بھانج چھانک پر بزرگوں کے پاس جائے اور کہے میرا دیور اسرائیل میں اپنے بھائی کا نام بحال رکھنے سے انکار کرتا ہے اور میرے ساتھ دیور کا حق ادا کرنا نہیں چاہتا۔

تب اسکے شہر کے بزرگ اس آدمی کو بلوا کر اسے سمجھائیں اور اگر وہ اپنی بات پر قائم رہے اور کہے کہ مجھ کو اس سے بیاہ کرنا منظور نہیں۔ تو اسکی بھانج بزرگوں کے سامنے اس کے پاس جا کر اس کے پاؤں کی جوتی اتارے اور اس کے منہ پر تھوک دے اور یہ کہے کہ جو آدمی اپنے بھائی کا گھر آباد نہ کرے اس سے ایسا ہی کیا جائے گا۔“

(استثناء باب 25 آیت 5 تا 9)

قرآن پر اعتراض کرنے والے سن لیں کہ قرآن عورت کے ”اس احترام“ کی ہرگز نقل نہیں کرتا۔

(24) نئے عہد نامہ میں عورت کے احترام کی ایک مثال جو نہ صرف عورت تھی بلکہ ماں تھی یہ لکھی ہے:

”پھر تیسرے دن قانای گلیل میں ایک شادی ہوئی اور یسوع کی ماں وہاں تھی۔ اور یسوع اور اس کے شاگردوں کی

بھی اس شادی میں دعوت تھی۔ اور جب مے ہو چکی تو یسوع کی ماں نے اس سے کہا کہ ان کے پاس مے نہیں رہی۔ یسوع

نے اس سے کہا اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام ہے؟“ (یوحنا باب 2 آیت 1 تا 4)

اب دیکھئے قرآن تو کہتا ہے کہ اپنی ماں کو اف تک نہ کہو۔ قرآن کس طرح اس کتاب کی نقل کر سکتا ہے جو یسوع کا اپنی ماں سے گستاخی کا ذکر کرتی ہے۔

(25) قرآن شریف درخت کو قابل احترام قرار دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ **أَنْبُكُنَّا فِيهَا مِنْ كُلِّ ذَوْجٍ**

کَرِيمٍ۔ (الشعراء: 8)

مگر نئے عہد نامہ میں لکھا ہے کہ یسوع ناصری نے اس بناء پر کہ اس کو بھوک لگی تھی اور انجیر کے درخت میں پھل نہ تھا کیونکہ پھل کا موسم نہ تھا درخت پر لعنت کی اور وہ سوکھ گیا (مرقس باب 11 آیات 12 تا 14 اور 20، 21)

اس لئے جو لوگ کہتے ہیں کہ قرآن بائبل کی نقل کرتا ہے وہ یا قرآن نہیں پڑھتے یا بائبل نہیں پڑھتے۔

(26) لوقا کی انجیل کے شروع میں لکھا ہے:

”چونکہ بہتوں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں ان کو ترتیب وار بیان کریں۔ جیسا کہ انہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے ان کو ہم تک پہنچایا۔ اس لئے اے معزز تھیفلس میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے ان کو تیرے لئے ترتیب سے لکھوں۔“ (لوقا باب 1 آیت 1 تا 3)

لوقا کی انجیل کی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ انجیل سراسر انسانی کلام اور انسانی تصنیف ہے مگر قرآن شریف تو ایک ایسی انجیل کا ذکر فرماتا ہے جو مسیح ناصری پر اللہ تعالیٰ کے الہام کے ذریعہ اتاری گئی تھی۔

ظاہر ہے کہ قرآن شریف بائبل کی نقل نہیں کرتا بلکہ آزادانہ طور پر الہامی حقائق بیان فرماتا ہے۔



## کیا فرعون موسیٰؑ فی الحقیقت ڈوب کر مرا تھا؟

فَالْيَوْمَ نُنَجِّبُكَ بِدَاخِلِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً... (یونس: 93)

موازنہ مذاہب کے جنوری 2025ء کے شمارہ کے ایک مضمون بعنوان ”فرعون موسیٰؑ کون سا فرعون تھا“ میں ثابت کیا گیا تھا کہ برخلاف بائبل قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے ایک ہی فرعون کا زمانہ پایا تھا اور یہ کہ قرآنی بیانات کی رو سے جدید تحقیقات کو مد نظر رکھتے ہوئے وہ فرعون رعمسیس ثانی ثابت ہوتا ہے۔ بائبل کا یہ بیان کہ حضرت موسیٰؑ نے دو فرعونین کا زمانہ پایا۔ ایک کے دور میں پیدا ہوئے اور پھر مدین کی طرف ہجرت کی اور پھر اس کے مرنے کے بعد نئے بننے والے فرعون کے دور میں 80 سال کی عمر میں مدین سے واپس مصر آئے، یہ بیان تاریخی اور عقلی اعتبار سے قابل قبول نہیں۔

اب اگلا سوال یہ ہے کہ کیا یہ فرعون ڈوب کر مرا تھا؟ بائبل میں تو فرعون موسیٰؑ کے ڈوب کر مرنے کا ذکر ہے اور قرآن کریم میں بھی اس فرعون کے لیے غرق کے الفاظ آئے ہیں۔ اگر قرآنی بیانات اور جدید تحقیقات کی رو سے یہ فرعون رعمسیس ثانی بنتا ہے تو اس کی حنوط شدہ لاش دریافت ہو چکی ہے۔ اس پر جو تحقیق ہوئی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ڈوب کر نہیں مرا تھا بلکہ نوے سال سے زیادہ عمر پا کر طبعی موت سے مرا۔ تو پھر قرآن کے غرق والے الفاظ کا کیا مطلب ہے؟ پس زیر نظر مضمون میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے درس، خطبات، تحریرات اور ترجمۃ القرآن کلاسز کی روشنی میں اسی امر پر بحث کی گئی ہے۔ (ایس۔ اے۔ قادر)



عام طور پر بائبل مفسرین اور مسلمان مفسرین قرآن دونوں ہی فرعون موسیٰ کے حوالہ سے یہ موقف رکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ نے دو فرامین کا زمانہ پایا۔ ایک کے دور میں پیدا ہوئے اور بڑے ہو کر ایک مصری کو مُکامار کر مدین کی طرف ہجرت کر گئے اور پھر دوسرے کے دور میں واپس آئے۔ بائبل کے مطابق اس وقت آپؑ کی عمر 80 برس ہو چکی تھی۔ اب خروج از مصر کے وقت وہ کون سا فرعون تھا اس حوالہ سے بھی عام طور پر بائبل مفسرین اور مسلمان مفسرین بھی رعمسیس ثانی یا اس کے بیٹے منفتاح میں سے کسی ایک کو قرار دیتے ہیں۔ بعض مفسرین کے مطابق آپؑ سیٹی اوّل کے دور میں پیدا ہوئے اور اس کے بیٹے رعمسیس ثانی کے دور میں خروج از مصر ہوا لیکن دیگر کے نزدیک رعمسیس ثانی کے دور میں پیدا ہوئے اور خروج کے وقت اس کا بیٹا منفتاح بادشاہ تھا۔

لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے 1990ء کی دہائی میں اپنے درس، ترجمۃ القرآن کلاسز اور خطبات میں قرآن مجید اور جدید تحقیقات کی روشنی میں یہ ثابت فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ نے دو فرامین نہیں بلکہ ایک ہی فرعون کا زمانہ پایا۔ آپؑ نے ثابت فرمایا کہ قرآنی بیانات کی رو سے قطعاً دو فرامین ثابت نہیں ہوتے اور بائبل کا دو فرامین والا بیان تاریخی اور عقلی اعتبار سے قابل قبول نہیں (اس حوالہ سے تفصیلی بحث گزشتہ شمارہ کے ایک مضمون میں گزر چکی ہے)۔

نیز آپؑ نے یہ ثابت فرمایا کہ قرآنی بیانات کو مد نظر رکھتے ہوئے ان فرامین میں سے رعمسیس ثانی ہی وہ فرعون بنتا ہے جو کہ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ کا فرعون ہے۔

اور مزید یہ کہ بنی اسرائیل کے خروج از مصر کے وقت یہ فرعون پانی میں ڈوبا ضرور لیکن قرآنی بیان فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ کے تحت خدا تعالیٰ نے اس کو بدنی موت سے بچالیا اور خروج کے واقعہ کے کئی سالوں بعد یہ تقریباً 90 سال کی عمر میں نہایت کسمپرسی کی حالت میں صاحب فراش ہو کر مرا ہے۔

گویا یہ پیشگوئی فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ دونوں طرح پوری ہوئی کہ اُس زمانہ میں بھی خدا تعالیٰ نے اُسے پانی میں ڈوبنے کے باوجود بدنی موت سے بچا کر اُس زمانہ کے لوگوں کے لئے نشان عبرت بنا دیا اور مرنے کے بعد اس کی لاش حنوط ہو کر اس زمانہ میں دریافت ہو کر اس زمانہ کے لوگوں کے لئے بھی قرآنی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر رہی ہے۔

فرعون کے خروج کے موقع پر زندہ بچنے پر مزید بات کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رعمسیس ثانی کی حنوط شدہ لاش (Mummy) پر تحقیقات سے جو معلوم ہوا ہے اسے پہلے بیان کر دیا جائے۔



Mummy of Ramses II

رعمسیس ثانی کی حنوط شدہ لاش مصر سے دیرالبرہی (Deir el Bahri) کے مقام سے 1881ء میں دریافت ہوئی۔ اس لاش کو جن مختلف اشیاء کے ذریعہ محفوظ کیا گیا تھا ان کی صفائی جون 1886ء میں فرانسیسی ماہر آثارِ قدیمہ سرگاسٹن کیماٹیل میسپرو (Sir Gatton Camille Mespéro) نے کی۔ اس لاش پر جو تجربات کئے گئے اس سے ہمیں یہ پتا چلتا ہے کہ وفات کے وقت اس کی عمر 90 سال سے زائد تھی۔ چنانچہ اس کی مومی کی دریافت اور اس پر تحقیق کے حوالہ سے The Royal Mummies میں لکھا ہے:

The mummy was unwrapped by Maspero on 18 June 1886, in the presence of the Khedive of Egypt. In 1975 it was in a very poor state of preservation. It was sent to France, arriving on 26 September 1976; it remained for eight months at the Musée del 'Homme, where an interdisciplinary group of over 50 specialists carefully examined it.

The king has an aquiline profile and short chin. His ears are rounded and pierced. The temples are hollowed and the top of the cranium is bald. Blackheads were observed on his forehead. He has a robust and jutting jaw. The mouth, with thick lips, is filled with a blackish substance. His white hair became yellowish due to the ointments used during the embalming procedure. The pharaoh is 5.67 ft (1.73 m) tall. **He died when about ninety.** His arms

are crossed over his chest, the left forearm over the right one. His tapering hands were dyed red with henna and the nails are well groomed. The incision on the side is open. The genital or- gans were removed with a sharp instrument. X-ray examinations revealed that two-thirds of the cranium is filled in the back sec- - tion, with solidified resin. The nasal cavity is full of pepper grains and the nostrils are sealed with resin wads.

Ramesses II had serious dental problems: gingivitis, cavities, and lesions from infections. The oral cavity was filled with a blackish substance. The spinal column was broken on a level with - the neck during the embalming procedure. X-rays revealed the - aortic arch and the heart wrapped in linen and placed in an in- verted position in the right-hand side of the thorax. The abdom- inal cavity is filled with resin. There are two fractures in the king's feet: one occurred before his death and the other afterward. He shows signs of the crippling pathologies typical of old age: degenerative spondylitis and advanced atherosclerosis.<sup>1</sup>

مفہوماً ترجمہ:

Maspero نے 18 جون 1886 کو خدایو مصر<sup>2</sup> کی موجودگی میں اس مومی کو کھولا تھا۔ 1975ء میں یہ انتہائی خراب حالت میں تھی۔ اسے فرانس بھیجا گیا جہاں یہ 26 ستمبر 1976ء کو پہنچی۔ اسے Musée del'Homme میں آٹھ ماہ تک رکھا گیا، جہاں 50 سے زیادہ مختلف علوم کے ماہرین کے ایک گروپ نے اس کا باریک بینی سے معائنہ کیا۔ (اس معائنہ کی رپورٹ کے مطابق) فرعون کی ناک تیکھی اور ٹھوڑی چھوٹی ہے۔ اس کے کان گول اور چھیدے ہوئے ہیں۔ کنپٹیاں اندر کو دبی ہوئی ہیں اور سر گنجا ہے۔ اس کے ماتھے پر بلیک ہیڈز (کالے تل) پائے گئے ہیں۔ اس کا جبرٹا مضبوط اور ابھرا ہوا ہے۔ اس کے ہونٹ موٹے اور منہ ایک سیاہ مادہ سے بھرا ہوا ہے۔ اس کے سفید بال حنوط کرنے کے

<sup>1</sup> Zahi Hawas, Francis Janot, *The Royal Mummies* (White Star Publishers.2008).under Ramsses II

<sup>2</sup> Khedive was the title of Egyptian rulers from 1867 to 1914. It was given to the Turkish ruler of Egypt by the Ottoman Sultan, and removed by the British Empire when the Ottomans joined Germany in World War I.

عمل کے دوران استعمال ہونے والی مہموں کی وجہ سے پیلے ہو گئے ہیں۔ (اس) فرعون کا قد 5.67 فٹ (1.73 میٹر) ہے۔ یہ 90 سال کے قریب مرا۔ اس کے بازو اس کے سینے کے اوپر ہیں، بائیں بازو دائیں بازو کے اوپر ہے۔ اس کے استخوانی ہاتھ مہندی سے سرخ رنگے ہوئے ہیں اور ناخن اچھی طرح تراشے گئے ہیں۔ سائیز کا چیرا کھلا ہے۔ جنسی اعضاء کو تیز دھار آلے سے کاٹ کر نکالا گیا ہے۔ ایکس رے سے پتہ چلتا ہے کہ کھوپڑی کا پچھلا حصہ ٹھوس مادہ سے بھرا ہوا ہے۔ ناک کا اندرونی حصہ کالی مرچ کے دانوں سے بھرا ہوا ہے اور نتھنے رال کے گڑھوں سے بند ہیں۔

رعمیس ثانی کو دانتوں کے سنگین مسائل تھے جن میں مسوڑھوں کی سوزش، دانتوں میں کھوڑا اور انفیکشن سے ہونے والے زخم شامل ہیں۔ منہ کا سوراخ ایک سیاہ مادہ سے بھرا ہوا ہے۔ گردن کو سیدھا کرنے کے عمل کے دوران ریڑھ کی ہڈی کا کالم ایک سطح پر ٹوٹا ہوا ہے۔ ایکس رے سے پتہ چلا کہ Aortic arch اور دل کو کپڑے میں لپیٹ کر سینے کے دائیں طرف الٹی پوزیشن میں رکھا گیا ہے۔ پیٹ کو رال سے بھرا ہوا ہے۔ (اس) فرعون کے پاؤں میں دو فریکچر ہیں، ایک اس کی موت سے پہلے کا اور دوسرا بعد کا۔ (اس کی مومی سے ظاہر ہوتا ہے کہ) یہ بڑھاپے کی مخصوص معذوری کی علامات والی بیماریاں جیسا کہ Degenerative Spondylitis اور Atherosclerosis میں مبتلا تھا۔

### بائبل کے مطابق حضرت موسیٰؑ کا تعاقب کرنے والے فرعون کا انجام:

بنی اسرائیل جب مصر سے نکل کر دریائے نیل کے ڈیلٹا کی کسی شاخ یا سمندر کنارے پہنچے تو فرعون بھی اپنے لشکر سمیت ان کی سرکوبی کے لیے پیچھے پہنچ گیا۔ بائبل کی کتاب خروج باب 14 میں اس حوالہ سے درج ہے کہ

”پھر موسیٰ نے اپنا ہاتھ سمندر کے اوپر بڑھایا اور خداوند نے رات بھر نڈپور بی آندھی چلا کر اور سمندر کو پیچھے ہٹا کر اُسے خشک زمین بنا دیا اور پانی دو حصے ہو گیا۔ اور بنی اسرائیل سمندر کے بیچ میں سے خشک زمین پر چل کر نکل گئے اور اُنکے دہنے اور بائیں ہاتھ پانی دیوار کی طرح تھا اور مصریوں نے تعاقب کیا اور فرعون کے سب گھوڑے اور رتھ اور سوار اُنکے پیچھے پیچھے سمندر کے بیچ میں چلے گئے۔ اور رات کے پچھلے پہر خداوند نے آگ اور بادل کے ستون میں سے مصریوں کے لشکر پر نظر کی اور اُنکے لشکر کو گھبرا دیا۔ اور اُس نے اُنکے رتھوں کے پہیوں کو نکال ڈالا۔ سو اُنکا چلانا مشکل ہو گیا۔ تب مصری کہنے لگے آؤ ہم اسرائیلیوں کے سامنے سے بھاگیں کیونکہ خداوند اُنکی طرف سے مصریوں کے ساتھ جنگ کرتا ہے۔ اور خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ اپنا ہاتھ سمندر کے اوپر بڑھاتا کہ پانی مصریوں اور اُنکے رتھوں اور سواروں پر پھر

بہنے لگے۔ اور موسیٰ نے اپنا ہاتھ سمندر کے اوپر بڑھایا اور صبح ہوتے ہوتے سمندر پھر اپنی اصلی قوت پر آگیا اور مصری اُلٹے بھاگنے لگے اور خداوند نے سمندر کے بیچ ہی میں مصریوں کو تہ وبالا کر دیا۔ اور پانی پلٹ کر آیا اور اُس نے رتھوں اور سواروں اور فرعون کے سارے لشکر کو جو اسرائیلیوں کا پیچھا کرتا ہوا سمندر میں گیا تھا غرق کر دیا اور ایک بھی اُن میں سے باقی نہ چھوٹا۔

پر بنی اسرائیل سمندر کے بیچ میں سے خشک زمین پر چل کر نکل گئے اور پانی اُنکے دہنے اور بائیں ہاتھ دیوار کی طرح رہا۔ سو خداوند نے اُس دن اسرائیلیوں کو مصریوں کے ہاتھ سے اس طرح بچایا اور اسرائیلیوں نے مصریوں کو سمندر کے کنارے مرے ہوئے پڑے دیکھا۔ اور اسرائیلیوں نے وہ بڑی قدرت جو خداوند نے مصریوں پر ظاہر کی دیکھی اور وہ لوگ خداوند سے ڈرے اور خداوند پر اور اُسکے بندہ موسیٰؑ پر ایمان لائے۔“

(خروج باب 14 آیت 21 تا 31)

بائبل کے مذکورہ بالا بیان سے کہ ”ایک بھی اُن میں سے باقی نہ چھوٹا“ سے عام طور پر بائبل مفسرین یہی خیال کرتے ہیں کہ فرعون اور اس کا سارا لشکر پانی میں ڈوب گیا تھا۔

### قرآن مجید کے مطابق حضرت موسیٰؑ کا تعاقب کرنے والے فرعون کا انجام:

قرآن مجید کی متعدد سورتوں میں فرعون اور اس کے لشکر کے غرق ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ چنانچہ اس حوالہ سے متعلقہ آیات درج ذیل ہیں:

(1) قرآن مجید میں سورہ البقرہ میں اس حوالہ سے ذکر ملتا ہے کہ وَ اِذْ فَرَقْنَا بِكُمْ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنَاكُمْ وَ اَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُونَ۔ (البقرہ: آیت 51)

ترجمہ: اور جب ہم نے تمہارے لئے سمندر کو پھاڑ دیا اور تمہیں نجات دی جب کہ ہم نے فرعون کی قوم کو غرق کر دیا اور تم دیکھ رہے تھے۔

(2) سورۃ الاعراف میں اس حوالہ سے ذکر ہے کہ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاغْرَقْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَ كَانُوا عَنْهَا غٰفِلِينَ (الاعراف: آیت 137)

ترجمہ: پس ہم نے اُن سے انتقام لیا اور انہیں سمندر میں غرق کر دیا کیونکہ انہوں نے ہمارے نشانات کو جھٹلایا تھا اور وہ ان سے غافل تھے۔

(3) سورۃ الانفال میں اس حوالہ سے ذکر ہے کہ كَذٰبِ اِلٰ فِرْعَوْنَ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوا بِآيٰتِ

رَبِّهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُمْ بِدُنُوبِهِمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلُّ كَانُوا ظَالِمِينَ۔ (الانفال: آیت 55)

ترجمہ: فرعون کی قوم اور ان لوگوں کے اسلوب کی طرح جو ان سے پہلے تھے (تمہارا بھی اسلوب ہے) انہوں نے اپنے رب کی آیات کو جھٹلادیا تو ہم نے انہیں ان کے گناہوں کے سبب سے ہلاک کر دیا اور فرعون کی قوم کو ہم نے غرق کر دیا اور وہ سب کے سب ظالم لوگ تھے۔

(4) اسی طرح سورۃ یونس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَجُوزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودَهُ بَعْيًا وَعَدَاوَةً حَتَّىٰ إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ آمَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي آمَنْتُ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ وَ أَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ آتَيْنَاهُم مِّن مَّقَابِلِ الْمَوْتِ قُلُوبَهُمْ فَخَرَقُوا وَجُوهَهُمْ وَالْمَسْكَنُ عَلَيْهِمْ فَلَمَّ عَلَيْهِمُ السُّيُوفُ وَخَرَقُوا رُءُوسَهُمْ فَأَصْحَابُ الْيَمِينِ قَدْ خَلَّوْا فِي الْيَمِينِ وَ الْأُولَاءُ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (یونس: آیت 91 تا 93)

ترجمہ: اور ہم بنی اسرائیل کو سمندر پار اُتار لائے تو فرعون اور اس کے لشکروں نے بغاوت اور زیادتی سے کام لیتے ہوئے ان کا تعاقب کیا یہاں تک کہ جب اُسے غرقابی نے آیا تو اس نے کہا میں ایمان لاتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں مگر وہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں (بھی) فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ کیا اب (ایمان لایا ہے)! جبکہ اس سے پہلے تو نافرمانی سے کام لیتا رہا اور تو مفسدوں میں سے تھا۔ پس آج کے دن ہم تجھے تیرے بدن کے ساتھ نجات بخشیں گے تاکہ تو اپنے بعد آنے والوں کے لئے ایک عبرت بن جائے حال یہ ہے کہ انسانوں میں سے اکثر یقیناً ہمارے نشانات سے بالکل غافل ہیں۔

(5) سورۃ بنی اسرائیل (سورۃ الاسراء) میں اس حوالہ سے ذکر ہے: فَادْرَاكَ أَنْ يَسْتَفْزَهُم مِّنَ الْأَرْضِ فَأَغْرَقْنَاهُ وَمَنْ مَّعَهُ جَبِيحًا۔ (بنی اسرائیل: آیت 104)

ترجمہ: پس اُس نے ارادہ کیا کہ انہیں زمین سے اُکھاڑ ڈالے تو ہم نے اُسے اور جو اُس کے ساتھ تھے سب کے سب کو غرق کر دیا۔

(6) اسی طرح سورۃ الشعرا میں ہے: وَ أَنْجَيْنَا مُوسَىٰ وَمَنْ مَّعَهُ أَجْمَعِينَ ۚ ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ ۝

(الشعراء: آیت 66 تا 67)

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰؑ کو نجات بخشی اور ان سب کو بھی جو اُس کے ساتھ تھے۔ پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا۔

(7) سورة زخرف میں اس بارہ میں ذکر ہے کہ فَلَبَّأَسْفُونًا اُنْتَقَمْنَا مِنْهُمُ فَاغْرَقْنَاهُمْ اَجْعَابِينَ ۝

(زخرف: آیت 55)

ترجمہ: پس جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا ہم نے ان سے انتقام لیا اور ان سب کو (لاؤ لشکر سمیت) غرق کر دیا۔ مندرجہ بالا قرآنی آیات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ سوائے سورة بنی اسرائیل (سورة الاسراء) کے جہاں یہ ذکر ہے کہ فَاغْرَقْنَاهُمْ یعنی ہم نے اسے (یعنی فرعون کو) غرق کر دیا۔ باقی تمام آیات میں آل فرعون یا اُس کے ساتھ والوں کو غرق کرنے کا ذکر ہے۔ اب کیا غرق کے مفہوم میں مرنا لازمی ہے یا پانی میں ڈوبے ہوئے شخص کو زندہ بھی بچایا جاسکتا ہے؟ جیسا کہ حضرت یونسؑ کے واقعہ میں خدا تعالیٰ نے سمندر کے اندر مچھلی کے پیٹ سے حضرت یونسؑ کو زندہ بچالیا۔

چنانچہ اس حوالہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے رمضان کے دروس اور مابعد بعض خطبات اور تحریرات میں قرآنی آیت فَاَلْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ سے یہ استنباط فرمایا کہ فرعون موسیٰؑ پانی میں غرق ضرور ہوا اپنی فوج کے ساتھ، لیکن اپنی اُس دعا اور توبہ کی وجہ سے جو اُس نے اُس وقت اپنی بدنی موت کو سامنے دیکھ کر کی کہ میں اب بنی اسرائیل کے خدا پر ایمان لاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کو اُس وقت بدنی موت سے بچالیا اور وہ اس کے بعد اپنی قوم کے لئے بھی نشان عبرت بنا جب وہ ناکام و نامراد واپس آیا اور اُس کے بعد صاحب فراش ہو کر کئی سالوں بعد نہایت کسمپرسی کی حالت میں مرا۔ اور پھر مرنے کے بعد اُس کی لاش حنوط کر دی گئی اور 19 ویں صدی عیسوی میں مصر سے دریافت ہو کر ہر دو طرح سے قرآنی صداقت لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً پر مہر تصدیق ثابت کر گئی۔

چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اس حوالہ سے مذکورہ آیات کی تشریح میں فرماتے ہیں:

”میں نے یہ استنباط کیا تھا کہ قرآن کریم نے جب یہ فرمایا کہ جب فرعون غرق ہونے کے قریب پہنچا تو اس نے ایک دعا کی اور اس دعا کے نتیجے میں ہم نے اس کو یہ جواب دیا کہ اَلْئِنْ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ (یونس آیت: 92) اب توبہ دعا کا وقت نہیں رہا کیونکہ اس پہلے تو مسلسل نافرمانی کرتا رہا اور فساد پھیلاتا رہا۔

فَاَلْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لیکن آج کے دن ہم تیرے بدن کو ضرور نجات دے دیں گے لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً تاکہ وہ جو تیرے بعد آنے والے ہیں ان کے لئے تو عبرت کا نشان بن جائے۔ اس بحث میں میں نے یہ امکان پیش نظر رکھا اور میں اب بھی یہی یقین رکھتا ہوں کہ بدن کی نجات کا جو وعدہ فرعون کو دیا گیا تھا اس سے مراد محض لاش کی نجات

نہیں کیونکہ لاشیں تو بہتوں کی کنارے پر پہنچ گئی ہوں گی۔ بہت سے ایسے ہیں بلکہ اکثر فرعون وہی ہیں جن کی لاشیں ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دی گئیں تھیں تو خصوصیت کے ساتھ اس فرعون کی دعا کے نتیجے میں جب بدن کی نجات کا ذکر ہے تو اس سے میں نے یہ استنباط کیا کہ ایسی زندگی مراد ہے جو روح سے عاری ہو جسے انگریزی میں Zombie کہا جاتا ہے۔ بعض ایسے لاش نما انسان ہوتے ہیں جن کی زندگی روحانیت سے کلیتہً عاری اور روح سے عاری ہوتی ہے۔ انگریزی میں لفظ Zombie تو ظاہری روح کے بغیر زندگی کا تصور پیش کرتا ہے لیکن نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ میں جو مضمون ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ہم تجھے زندگی تو دے دیں گے مگر نجات نہیں دیں گے اور روحانیت سے عاری زندگی ہوگی۔

اس ضمن میں باقی آیات جن میں فرعون اور اس کے ساتھیوں کے غرق کا ذکر ہے کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ سوائے ایک موقع کے ہر دوسری جگہ بنو اسرائیل کو نجات دینے اور ان کی پیروی کرنے والے، ان کے پیچھے آنے والے فرعون کے لشکر کے غرق کا ذکر ہے لیکن ایک جگہ خود فرعون کے غرق کا بھی ذکر ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس موقع کے ساتھ اس مضمون کا کہیں تضاد تو نہیں جو میں بیان کر رہا ہوں۔ سورۃ بقرہ میں ہے کہ وَ اِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنَاكُمْ وَ اَعْرَفْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُونَ۔ (البقرہ: آیت 51)

یعنی ہم نے آل فرعون کو غرق کر دیا اور تم دیکھ رہے تھے۔ پھر سورۃ انفال میں بھی وَ اَعْرَفْنَا آلَ فِرْعَوْنَ کا ذکر ہے پھر سورۃ الشعراء میں وَ اَنْجَيْنَا مُوسَىٰ وَ مَنْ مَعَهُ اَجْمَعِينَ ۗ ثُمَّ اَعْرَفْنَا الْاٰخِرِيْنَ ۝ (الشعراء: آیت 66, 67) ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا کا ذکر فرمایا۔ اسی طرح الزخرف میں بھی یہی مضمون ہے۔ مختلف جگہ جہاں بھی فرعون اور اس کے ساتھیوں کے غرق کا ذکر ملتا ہے سوائے ایک سورۃ الاسراء کے باقی جگہ صرف فرعون کے ساتھیوں یا فرعون کی قوم کے غرق کا ذکر ہے۔ سورۃ الاسراء میں یہ ذکر ہے فَاعْرِفْهُ وَ مَنْ مَعَهُ جَمِيعًا (بنی اسرائیل: 104) اور ہم نے فرعون کو اور اس کے ساتھ جو بھی تھے سب کو غرق کر دیا۔

اب سوال یہ ہے کہ ایک جگہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اس کو غرق کر دیا، دوسری جگہ فرماتا ہے جب غرق قریب آیا اور اس نے دعا کی تو ہم نے اسے بدنی نجات کا وعدہ کر لیا تو کیا ان دونوں کے درمیان تضاد ہے یا کوئی تطبیق کی صورت ممکن ہے۔ غرق کا لفظ جب میں نے ڈکشنری میں دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہر جگہ جس کو ہم اردو میں ڈوبنا کہتے ہیں بالکل



وہی مفہوم عربی میں غرق کا پایا جاتا ہے۔ کوئی شخص تیرنے کی کوشش کرتا ہو، بچنے کی کوشش کرتا ہو لیکن ہار جائے اور پانی کے اندر ڈوب جائے۔ ڈوب مرنے کا معانی غرق کا، میں نے کہیں نہیں دیکھا۔ اس لئے ان دونوں میں میرے نزدیک تضاد کوئی نہیں۔ جس طرح خدا تعالیٰ نے مچھلی کے پیٹ سے ایک نبی کو زندہ بچا لیا تھا، جہاں اس کے بچنے کے امکان ایک عام ڈوبے ہوئے آدمی کے بچنے کے مقابل پر بہت کم تھے۔ بارہا ہم نے دیکھا ہے کہ ایک شخص ڈوب جاتا ہے اور ڈوبے ہوئے کو ایسی حالت میں نکال لیا جاتا ہے کہ ابھی اس نے دم نہیں توڑا اور پھر کوشش کر کے اس کو بچا لیا جاتا ہے۔

پس خدا تعالیٰ جہاں غرق کا لفظ استعمال فرماتا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ فرعون ضرور ڈوبا ہے اور اپنے لشکر کے ساتھ ڈوبا ہے اور جہاں تک فرماتا ہے کہ ہم تیرے بدن کو نجات بخشیں گے، اس میں بھی کوئی شک نہیں کے ڈوبے ہوئے کے لئے ظاہری زندگی کے بچانے کا انتظام ممکن ہے اور خدا تعالیٰ نے ایسا انتظام ضرور کیا ہو گا کیونکہ اس وعدے کا خصوصیت کے ساتھ یہاں ذکر کرنا ایک گہرا پیغام رکھتا ہے اور وہ پیغام اس وقت تو لوگوں کو سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ اب کی دنیا میں ہمیں سمجھ آیا جب کہ ہم نے فرعون کی لاش کو بچا ہوا اور مومی ہوئی ہوئی حالت میں دیکھا لیکن جب میں نے مزید تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ فرعون جس نے موسیٰؑ سے ٹکر لی تھی اور جس کے متعلق یہ آتا ہے کہ ہم نے اس کو غرق کیا وہ فرعون 90 سال کی عمر میں طبعی موت مرا ہے اور اس کی مومی اور اس کے سارے کاغذات جو ساتھ ہیں اور تمام تحریریں یہ بتا رہیں کہ وہ نو عمری میں غرق ہونے کی حالت میں نہیں مرا تھا بلکہ لمبی عمر پا کر اس کے بعد اس نے کئی لڑائیاں بھی کی ہیں۔“

(خطبہ جمعہ 12 جولائی 1991ء بیان فرمودہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعیؒ، خطبات طاہر جلد 10 صفحہ 579 تا 581)

ایک اور جگہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعیؒ سورۃ یونس کی آیات (91 تا 93) حَتَّىٰ إِذَا أَدْرَكَهُ الْعَرَقُ قَالَ أَمِنْتُ

أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي آمَنْتُ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ وَ أَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ ○ آتَيْنَاكَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ○ قَالِيَوْمَ نُنَجِّبِكَ بِبَدَنِكَ لِنَسُوْنُ لِمَنْ خَلَقْنَاكَ آيَةً... کی تشریح میں مزید فرماتے ہیں:

”اس اعتبار سے اس کے مرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ تو اس کی التجا کے رد ہونے کے مترادف ہے۔

اسرائیل کے خدا پر اس کے ایمان کا اقرار موت کے ڈر کی وجہ سے تھا۔ لہذا اس کی یہ بے معنی دعا جائز طور پر رد کئے جانے کے لائق تھی۔ اس سے وعدہ صرف اس کے جسم کو بچانے کا تھا نہ کہ روح کو۔

لیکن اکثر مسلمان مفسرین مصر ہیں کہ اس کی دعا رد کی گئی اور اس کے جسم کے بچانے کا وعدہ سمندر سے

اس کی لاش نکال کر محفوظ کئے جانے سے متعلق ہے۔ ان مفسرین کے نزدیک بائبل اور قرآن کریم میں بیان کردہ حالات کے مطابق یہ بھی کوئی معمولی معجزہ نہیں ہے حتیٰ کہ فرعون کی لاش بجائے جانے کا وعدہ بھی اس کے لئے نعمتِ عظمیٰ سے کم نہ تھا۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ فرعون مصر نہایت متکبر اور انا پرست حکمران تھے۔ اس لئے فرعون کے محض جسم کو بچائے جانے کی یقین دہانی ہی آخری لمحات میں اس کیلئے کچھ نہ کچھ تسکین کا باعث بنی ہوگی۔ تاہم اللہ تعالیٰ کا صرف یہی منشا نہیں تھا کہ فرعون کی انا کو تسکین پہنچے بلکہ اصل مقصد یہ تھا کہ آنے والی نسلوں کو ایسا عظیم الشان نشان دیا جائے جو کئی لحاظ سے اہمیت کا حامل ہو جس سے وہ عبرت حاصل کر سکیں۔

اس بحث کا نتیجہ کچھ بھی کیوں نہ نکلے، خواہ یہ ثابت ہو جائے کہ یہ فرعون ڈوبنے سے مر رہا تھا یا یہ کہ ڈوبتے، ڈوبتے بچا لیا گیا تھا، اس قرآنی بیان کے اعجاز میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ فرعون کا جسم بلاشبہ محفوظ رہا اور آئندہ نسلوں پر یہ حقیقت بالکل اسی طرح منکشف ہوئی جس طرح قرآن کریم نے پیشگوئی فرمائی تھی۔

ضمناً یاد رہے کہ وہ مفسرین جو یہ سمجھتے ہیں کہ جب فرعون کو سمندر سے نکالا گیا تو وہ مر چکا تھا ان کے نزدیک یہ رعمسیس ثانی کا جانشین منفتاح (Merneptah) تھا نہ کہ خود رعمسیس۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک کی بجائے دو فرعون کا زمانہ پایا۔ آپ کی پیدائش رعمسیس ثانی کے دور میں ہوئی اور اسی کے محل میں اس کی ایک خداترس بیوی نے آپ کی پرورش کی جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ اس کی سب سے چھوٹی بیوی تھی۔ چونکہ اس کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی لہذا اس کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو متبہی بنانے کی خواہش ناقابل فہم نہیں ہے۔ اگر اس نقطہ نظر کو تسلیم کر لیا جائے تو رعمسیس ثانی کی وفات کے بعد جب منفتاح تخت نشین ہو چکا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین سے اس وقت مصر واپس تشریف لائے ہوں گے۔

یہ لوگ اپنی تائید میں بائبل کا یہ حوالہ پیش کیا کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مدین کی طرف اپنی جلاوطنی کے دوران اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر مل چکی تھی کہ وہ فرعون جس کے عہد میں آپ کے ہاتھوں ایک شخص قتل ہوا تھا، مر چکا ہے۔ دیکھنے میں تو یہ بات منطقی اور قابل قبول معلوم ہوتی ہے لیکن ایک بادشاہ کی وفات سے کوئی شخص اپنے جرم سے بری الذمہ نہیں ہو جاتا۔ اور اس میں کوئی منطقی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (قرآن مجید میں) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خوف کو دور کرنے کے لئے فرعون کی موت کی طرف اشارہ تک نہیں کیا۔ اس کے برعکس

انہیں یہ بتایا گیا کہ وہ ہرگز خوف نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اور ان کے بھائی کی حفاظت فرمائے گا۔ یہ توجیہ کہیں زیادہ معقول نظر آتی ہے۔

مزید برآں مسئلہ یہ ہے کہ رعمسیس ثانی کی مومی حالت کے متعلق ماہرین آثار قدیمہ کی شہادت یہ ہے کہ اس نے نوے سال عمر پائی اور اپنی زندگی کے آخری تیس سال انتہائی نقاہت، کمزوری اور غالباً شریانوں کے سکڑنے کی امراض کے باعث بستر عیال پر گزارے۔ عین ممکن ہے کہ اس کی یہ حالت اس کے ڈوب کر مرنے کے قریب پہنچ جانے کے بعد ایک بلا واسطہ نتیجے کے طور پر ہوئی ہو جس کی وجہ سے اس کا دماغ آکسیجن کی مناسب مقدار نہ مل سکنے کی وجہ سے مستقلاً مفلوج ہو گیا ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدین کی طرف ہجرت اور وہاں کا عرصہ قیام آٹھ سے دس سال تک بنتا ہے جس کے اختتام پر رعمسیس ثانی کی عمر چالیس سے پچاس سال سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ لہذا بائبل کا یہ بیان ناقابل قبول ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف فرعون کی موت کا انتظار کر رہا تھا تا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بطور نبی مبعوث فرما کر مصر واپس جانے کا حکم دے۔ ضمناً قرآن کریم یہ ذکر بھی کرتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جس فرعون کے پاس واپس گئے اس نے آپ پر قتل کا الزام تو ضرور لگایا لیکن بوجہ ان معجزوں کے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے وہ آپ کے خلاف کوئی عملی قدم اٹھانے سے باز رہا۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کا سزا سے بچ جانا کسی ایک فرعون کی موت اور دوسرے کی تخت نشینی سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی مصر میں واپسی کے بعد کی زندگی کو قرآن کریم اور بائبل دونوں نے بیحد مصروف قرار دیا ہے اور فرعون کے ساتھ ان کا مقابلہ کم و بیش دس سال پر محیط دکھائی دیتا ہے۔ کیونکہ بیان کردہ معجزات تمام کے تمام ایک یا دو سال کی محدود مدت میں سمیٹے نہیں جاسکتے۔

اس کے برعکس مورخین کے اندازہ کے مطابق تاجپوشی سے وفات تک منفتاح کا سارا عہد حکومت آٹھ سال یا اس سے بھی کم مدت پر مشتمل ہے۔“

(الہام عقل، علم اور سچائی صفحہ 502-504، المصحح، المجلد، ص 502-504، (2007))

اپنے ایک درس القرآن میں آپ اس حوالہ سے مزید فرماتے ہیں:

”اگر رعمسیس ڈوبا ہے تو اس کے بعد رعمسیس کی پوری تاریخ کیسے محفوظ ہے؟ ایک ڈوبنے کے واقعے سے صرف

نظر تو کیا جاسکتا ہے کہ ذکر نہ کیا جائے کہ ڈوبا تھا۔ لیکن جس وقت یہ Exodus ہوا، حضرت موسیٰ علیہ السلام چھوڑ کر چلے گئے ہیں اس کے بعد ڈوبا ہوا فرعون 25-20 سال حکومت کیسے کر سکتا ہے اور وہ ساری تاریخ بنتی چلی جاتی ہے اور لکھی چلی جاتی ہے اور اس کا جو جانشین ہے وہ اس وقت کیوں نہیں جانشین بنتا۔ پھر Exodus کے وقت وہ 20 سال 30 سال کے بعد کیوں جانشین بنایا جاتا ہے۔ صاف پتہ چل رہا ہے کہ رعمسیس کے بارہ میں اور اس کی لاش کا جو موازنہ ہے اس کو دیکھ کر قطعی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ وہ بڑی عمر کا بیمار یوں سے مارا ہوا فرعون ہے۔

ڈاکٹروں نے جو اس کی تحقیق کی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کو ایک قسم کی، ایک تو وہ Arterioscleryosis کی علامتیں بڑھی ہیں۔ اس کا جو آخری دور ہے بڑی بے چارگی میں کٹا ہے اسی لیے اس کی حکومت انحطاط پذیر ہوئی ہے بڑی تیزی سے آخری سالوں میں۔

اور دانتوں کی ایسی بیماریاں تھیں اس کی جڑیں جو نظر آئی ہیں، تحقیق کی گئی ہے جو بھی کھون لگایا ہے اہل علم نے، وہ کہتے ہیں کہ بڑی تکلیف دہ بیماری تھی اس کو دانتوں کی۔ اور اس دانتوں کی بیماری سے وہ مر رہا ہے اور اس کے آثار مومی کے اور اس کی ہڈیوں کے جو بھی انہوں نے ایکس رے X-Rays وغیرہ لیے ہیں وہ یہی بتاتے ہیں کہ یہ مر اطمینان موت ہے اور بیماری سے مر رہا ہے اور عمر اس کی 95 یا 100 سال کے قریب تھی جب وفات ہوئی ہے۔ تو اس فرعون کو اب غرق کیسے کریں وہ؟ کہاں غرق کریں؟ یہ مصیبت ہے۔ اس لیے وہ بائبل کے غرق والے واقعہ سے صرف نظر کرتے ہیں۔

تمام مورخین مجبور ہیں کہ کم از کم اس بیان کو غلط سمجھیں اور جب اس کو غلط سمجھیں تو مجبور ہیں کہ باقی تاریخ پہ انحصار کی کیا دلیل ہے جبکہ وہ تاریخیں خود ایک دوسرے کو جھٹلاتی چلی جا رہی ہیں اور اس بات کو بے وجہ مان گئے ہیں کہ ایک فرعون کے زمانے میں پیدا ہوئے اور دوسرے کے دور میں مرے، اس نے مصیبت ڈالی ہوئی ہے۔“

(ٹرانسکرپشن از درس القرآن از حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ، (تفسیر سورۃ آل عمران) ریکارڈ 21 فروری 1995ء)

آیت قرآنی قَالَیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ کے حوالہ سے فرعون موسیٰ کے زندہ بچنے کے ضمن میں حضرت خلیفۃ

المسیح الرابع نے جو موقف اختیار کیا اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

”در اصل مجھے اس موقف سے کوئی محبت نہیں ہے کہ فرعون ڈوب کر بچ گیا ہو، ہرگز کوئی تعلق

اس موقف سے نہیں۔ میرے مزاج کے برعکس موقف ہے۔ میرا دل تو یہی چاہتا ہے کہ اس فرعون کی لاش دستیاب ہو جائے جس سے موسیٰ علیہ السلام نے ٹکری ہو اور وہ ڈوب کے مر بھی گیا ہو تو پھر ہم وہ معنی لے لیں گے کہ جسم بچے گا مگر جان نہیں بچے گی۔ لیکن چونکہ شواہد مجھے مجبور کر رہے ہیں۔

تمام تر تاریخی شواہد اس بات کے سوا میرے لیے کوئی راستہ نہیں چھوڑتے کہ اس آیت کا یہ ترجمہ کروں کہ تیری روح کی نجات کا وقت نہیں، ایمان لانے کا وقت اب نہیں ہے۔ ہاں جسمانی زندگی کی نجات دینا اللہ کی شان کے خلاف نہیں ہے۔ اس لیے ڈوبنے کے باوجود تجھے ہم زندہ رکھ سکتے ہیں لیکن زندہ رہو گے تو تب بھی ایمان سے کوئی فائدہ تمہیں نہیں پہنچے گا۔

یہ جو دائمی اصول قرآن کریم میں بار بار بیان ہوا ہے کہ مرتے وقت کی توبہ قبول نہیں کی جاتی یہ اس طرف اشارہ ہے۔ اگر وہ توبہ خدا قبول فرمالتا تو پھر اس کو جنت میں جانا لازم تھا۔

یہ استنباط ہے لیکن یہ میرا ایسا موقف نہیں جس کو میں کہوں کہ اس کے سوا دوسرا ممکن نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ممکن اگر ہے تو دکھاؤ کہ کیا ممکن ہے۔

میری وہ شکست بھی میری فتح ہی ہوگی کیونکہ میں تو قرآن کی محبت میں قرآن کا اعجاز دکھا رہا ہوں اور قرآن کو ایک ظالمانہ اعتراض سے بچانے کی کوشش کر رہا ہوں جو قرآن کی مدد سے کر سکا ہوں۔“

(ٹرانسکرپشن از درس القرآن از حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ، (تفسیر سورۃ آل عمران) ریکارڈ 23 فروری 1995ء)



## ہستی باری تعالیٰ

✽ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد، المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ  
حضرت مصلح موعودؑ نے جلسہ سالانہ قادیان 1921ء کے موقع پر ”ہستی باری تعالیٰ“ کے موضوع پر حقائق  
و معارف سے پُر، بصیرت افروز، عالمانہ اور جامع خطاب فرمایا تھا۔

حضورؑ نے اپنی اس تقریر میں ہستی باری تعالیٰ کے آٹھ دلائل اور ان پر پیدا ہونے والے اعتراضات کے جواب ارشاد  
فرمائے۔ خدا تعالیٰ کی صفات سے اس کی ہستی کا ثبوت فرمایا اور صفات الہیہ کی اقسام بھی بیان فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق  
اہل یورپ کے خیالات، زرتشتیوں، ہندوؤں، آریوں کے تصورات کے بالمقابل اسلام کی خدا تعالیٰ سے متعلق تعلیمات تفصیل  
سے بیان فرمائیں۔ علاوہ ازیں اپنی اس تقریر میں حضورؑ نے شرک کی تعریف، اور اس کی اقسام بیان فرماتے ہوئے ان کا اصولی  
اور مدلل رد بھی مہیا فرمایا اور روایت الہی، اس کے مدارج، فوائد اور رویت کے حصول کے طریق اور ذرائع بھی بیان فرمائے۔

[https://www.alislam.org/urdu/book/ہستی\\_باری\\_تعالیٰ/](https://www.alislam.org/urdu/book/ہستی_باری_تعالیٰ/)

## دس دلائل ہستی باری تعالیٰ

✽ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد، المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ  
کتا بچہ ”دس دلائل ہستی باری تعالیٰ“ سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؑ نے دہریوں کے  
اعتراض کہ ”اگر خدا ہے تو ہمیں دکھا دو ہم مان لیں گے“ کے جواب میں تحریر فرمایا جو پہلی بار مارچ 1913ء میں طبع ہوا۔  
جس میں آپؑ نے تحریر فرمایا کہ خدا کی ہستی چونکہ اَلطَّف سے اَلطَّف ہے لہذا حواسِ خمسہ سے اسے نہیں معلوم کیا جاسکتا۔  
اس کا علم حاصل کرنے کے لئے اس قسم کی قیود کس طرح جائز ہو سکتی ہیں؟ خدا کی ہستی پر یقین رکھنے کے لئے بعض اور  
ذرائع اور دلائل ہیں۔ چنانچہ آپؑ نے دس ایسے دلائل بیان فرمائے جو خدا تعالیٰ کی ہستی کا یقینی ثبوت ہیں۔

[https://www.alislam.org/urdu/book/دس\\_دلائل\\_ہستی\\_باری\\_تعالیٰ/](https://www.alislam.org/urdu/book/دس_دلائل_ہستی_باری_تعالیٰ/)

## تعارف کتاب ”سبز اشتہار“

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”سب دوستوں کے واسطے ضروری ہے کہ ہماری کتب کم از کم ایک دفعہ ضرور پڑھ لیا کریں، کیونکہ علم ایک طاقت

ہے اور طاقت سے شجاعت پیدا ہوتی ہے۔“

(”ملفوظات“ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جلد 8 صفحہ 18 ایڈیشن 1984ء)

## حقانی تقریر برواقعہ وفات بشیر المعروف بہ سبز اشتہار

(اے۔ رحمان)

### تعارف:

یہ اشتہار حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ان نکتہ چینوں کے جواب میں لکھا جو بعض مخالفین نے بشیر اڈل کی وفات پر کہیں۔ مثلاً یہ کہ یہ وہی بچہ تھا جس کی نسبت اشتہار 20 فروری 1886ء اور 8 اپریل 1886ء اور 7 اگست 1887ء میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ اس اشتہار میں مصلح موعود کے نام اور اس سے متعلقہ پیشگوئی کی وضاحت کی گئی ہے۔

اس اشتہار کا اصل نام ”حقانی تقریر برواقعہ وفات بشیر“ ہے لیکن اس کے سبز کاغذ پر طبع ہونے کی وجہ سے ”سبز

اشتہار“ کے نام سے موسوم ہو گیا۔

### مضامین کا خلاصہ:

فرمایا: واضح ہو کہ اس عاجز کے لڑکے بشیر احمد کی وفات سے جو 7 اگست 1887ء روز یکشنبہ میں پیدا ہوا تھا اور

4 نومبر 1888ء کو اسی روز یکشنبہ میں ہی اپنی عمر کے سولہویں مہینے میں بوقت نماز صبح اپنے معبود حقیقی کی طرف واپس بلایا

گیا۔... مخالفین نے اس بچے کی وفات پر انواع و اقسام کی افترا گھڑی اور طرح طرح کی نا فہمی اور کج دلی کی راہیں ظاہر کیں۔ اگرچہ ابتدا میں ہمارا ارادہ تھا کہ اس پسر معصوم کی وفات پر کوئی اشتہار یا تقریر شائع کریں اور نہ کوئی ایسی ضرورت تھی مگر جب یہ شور و غوغا انتہا کو پہنچ گیا اور ہم نے محض اللہ یہ تقریر شائع کرنا مناسب سمجھا۔

پھر فرمایا: ”بعض مخالفین پسر متوفی کی وفات کا ذکر کر کے اپنے اشتہارات و اخبارات میں طنز سے لکھتے ہیں کہ یہ وہی بچہ ہے جس کی نسبت اشتہار 20 فروری 1886ء و 8 اپریل 1886ء اور 7 اگست 1887ء میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا اور تو میں اس سے برکت پائیں گی۔“

### اصل حقیقت بابت پسر موعود:

فرمایا: اصل حقیقت یہ ہے کہ ماہ اگست 1887ء تک جو پسر متوفی کی پیدائش کا مہینہ ہے جس قدر اشتہارات اس عاجز کی طرف سے چھپے ہیں... ان میں ایسا کوئی دعویٰ نہیں ہے کہ مصلح موعود اور عمر پانے والا یہی لڑکا تھا جو فوت ہو گیا ہے۔ بلکہ 8 اپریل 1886ء اور 7 اگست 1887ء صاف بتلا رہا ہے کہ ہنوز الہامی طور پر تصفیہ نہیں ہوا کہ آیا یہ لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا کوئی اور ہے۔

### پسر متوفی کی پیدائش پر استفساری خطوط اور جوابات:

فرمایا: جب یہ لڑکا جو فوت ہوا ہے، پیدا ہوا تھا تو اس کی پیدائش کے بعد صد ہا خطوط اطراف مختلفہ سے بدیں استفسار پہنچے تھے کہ کیا یہ وہی مصلح موعود ہے جس کے ذریعہ لوگ ہدایت پائیں گے تو سب کی طرف یہی جواب لکھا گیا کہ اس بارے میں صفائی سے اب تک کوئی الہام نہیں ہوا۔ ہاں اجتہادی طور پر یہی گمان کیا جاتا ہے کہ کیا تعجب کہ مصلح موعود یہی لڑکا ہو۔

### متشابہات وحی کو سمجھنا بہت مشکل ہے:

فرمایا: سو تعجب ہے کہ جس حالت میں ہم اب تک متوفی کی نسبت الہامی طور پر کوئی قطعی رائے ظاہر کرنے سے بکلی خاموش اور ساکت رہے اگرچہ ہم اپنی رائے لکھتے کہ شاید مصلح موعود اور عمر پانے والا یہی لڑکا ہو گا تب بھی صاحبان بصیرت کی نظر میں یہ اجتہادی بیان ہمارا قابل اعتراض نہ ٹھہرتا۔ کیونکہ ہر چند ایک غبی اور کور دل انسان کو خدا تعالیٰ کا وہ قانون قدرت سمجھنا بہت مشکل ہے جو قدیم سے اس کے متشابہات وحی اور رویا اور کشوف اور الہامات کے متعلق ہے۔



لیکن جو عارف اور با بصیرت آدمی ہیں وہ خود سمجھے ہوئے ہیں کہ پیشگوئیوں میں اگر کوئی اجتہادی غلطی بھی ہو جائے تو وہ محل نکتہ چینی نہیں ہو سکتی کیونکہ اکثر نبیوں اور اولوالعزم رسولوں کو بھی اپنے مجمل مکاشفات اور پیشگوئیوں کی تشخیص و تعیین میں ایسی ہلکی ہلکی غلطیاں پیش آتی رہتی ہیں۔ جیسے تورات کی بعض عبارتوں سے ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بعض پیشگوئیوں کے سمجھنے اور سمجھانے میں اجتہادی طور پر غلطی کھائی تھی اور وہ امیدیں جو بہت جلد اور بلا توقف نجات یاب ہونے کے لئے بنی اسرائیل کو دی گئی تھی وہ اس طرح ظہور میں نہیں آئیں۔

عجیب تریہ ہے کہ بائبل میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک مرتبہ بنی اسرائیل کے چار سو نبی نے ایک بادشاہ کی فتح کی خبر دی اور وہ غلط نکلے یعنی بجائے فتح کے شکست ہوئی۔ (سلاطین اول)

مگر اس عاجز کی کسی پیشگوئی میں کوئی الہامی غلطی نہیں، الہام نے پیش از وقوع دو لڑکوں کا پیدا ہونا ظاہر کیا اور بیان کیا کہ بعض لڑکے کم عمری میں فوت ہوں گے۔ سو بمطابق پیشگوئی ایک لڑکا پیدا ہوا پھر فوت بھی ہو گیا اور دوسرا لڑکا جس کی نسبت الہام نے بیان کیا کہ دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام محمود بھی ہے وہ اگرچہ اب تک یعنی یکم دسمبر 1888ء تک پیدا نہیں ہوا مگر خدا تعالیٰ کے وعدوں کے موافق اپنی میعاد میں ضرور پیدا ہو گا۔ زمین آسمان ٹل سکتے ہیں پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔

بشیر اول (متونی) کے چند الہامی نام یوں مذکور ہیں کہ مبشر، بشیر، نور اللہ، چراغ دین، باران رحمت، ید اللہ بجمال و جمال وغیرہ۔ چنانچہ ان الہامی صفات کو مد نظر رکھ کر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بشیر اول کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ لڑکا جو فوت ہو گیا ہے ذاتی استعدادوں میں اعلیٰ درجہ کا ہے اور دنیوی جذبات سے اس کی فطرت بکلی مسلوب اور دین کی چمک اس میں بھری ہوئی ہے اور روشن فطرت اور عالی گوہر اور صدیقی روح اپنے اندر رکھتا ہے۔

**بشیر اول کی آنحضرت ﷺ کے لخت جگر سے عمر میں مماثلت:**

فرمایا: ”ابراہیم لخت جگر آنحضرت ﷺ جو خورد سالی میں یعنی سولہویں مہینے میں فوت ہو گئے اس کی صفائی استعداد کی تعریفیں اور اس کی صدیقانہ فطرت کی صفت و ثنا احادیث کی رو سے ثابت ہے۔ ایسا ہی وہ بچہ جو خورد سالی میں حضرت خضر نے قتل کیا تھا اس کی خباث جبلی کا حال قرآن شریف کے بیان سے ظاہر و باہر ہے۔“

## اجتہادی غلطی سے کسی نبی کی شان میں فرق نہیں آتا:

فرمایا: اگرچہ بشیر اول (متونی) کو ہی مصلح موعود سمجھنے کے حوالہ سے ہم سے کوئی اجتہادی غلطی نہیں ہوئی تاہم یہ مسئلہ بالاتفاق مانا گیا ہے اور قبول کیا گیا ہے کہ ہر ایک نبی اور ولی سے اپنے ان مکاشفات اور پیشگوئیوں کی تشخیص و تعیین میں جہاں خدا تعالیٰ کی طرف سے بخوبی تفہیم نہیں ہوئی غلطی واقع نہیں ہو سکتی ہے اور اس غلطی سے ان انبیاء اور اصفیاء کی شان میں کچھ بھی فرق نہیں آتا۔ اجتہادی غلطی محض ابتلاء کے طور پر وارد ہوتی ہے اور پھر اس کثرت سے سچائی کے نور ظہور پذیر ہوتے ہیں اور تائیدات الہیہ اپنے جلوے دکھاتے ہیں کہ گویا ایک دن چڑھ جاتا ہے اور مخاصمین کے سب جھگڑے تصفیہ پا جاتے ہیں۔

پھر فرماتے ہیں: یہی سنت اللہ ہے جو قدیم سے خدا تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کے ساتھ استعمال کرتا چلا آ رہا ہے۔ زبور میں حضرت داؤد کی ابتدائی حالت میں عاجزانہ نعرے اس سنت کو ظاہر کرتے ہیں اور انجیل میں آزمائش کے وقت میں حضرت مسیح کی غریبانہ تضرعات اسی عادت اللہ پر دال ہیں اور قرآن شریف اور احادیث نبویہ میں جناب فخر الرسل ﷺ کی عبودیت سے ملی ہوئی ابہتالات اسی قانون قدرت کی تصریح کرتے ہیں۔ اگر یہ ابتلاء درمیان میں نہ ہوتا تو انبیاء اور اولیاء ان مدارج عالیہ کو ہرگز نہ پاسکتے جو ابتلاء کی برکت سے انہوں نے پائے۔

مزید تحریر فرمایا کہ: اللہ جل شانہ جس پودے کو اپنے ہاتھ سے لگاتا ہے اس کی شاخ تراشی اس غرض سے نہیں کرتا کہ اس کو نابود کر دیوے۔ بلکہ اس غرض سے کرتا ہے کہ تا وہ پودا پھول اور پھل زیادہ لاوے اور اس کے برگ اور بار میں برکت ہو۔

متعدد بار اس بات کا اعادہ فرمایا کہ بشیر اول کی وفات کے متعلق متعدد الہامات نے خبر دی تھی۔

**خدا تعالیٰ کی انزال رحمت اور روحانی برکت کے بخشنے کے لئے بڑے عظیم الشان دو طریقے:**

فرمایا: ”خدا تعالیٰ کی انزال رحمت اور روحانی برکت کے بخشنے کے لئے بڑے عظیم الشان دو طریقے ہیں۔

(1) اول یہ کہ کوئی مصیبت اور غم و اندوہ نازل کر کے صبر کرنے والوں پر بخشش اور رحمت کے دروازے

کھولے..... کامیابی کی راہیں انہیں پر کھولی جاتی ہیں جو صبر کرتے ہیں۔

(2) دوسرا طریق انزال رحمت کا ارسال مرسلین و نبیین وائمہ و اولیاء و خلفا ہے۔ تا ان کی اقتداء و ہدایت سے

لوگ راہ راست پر آجائیں اور اُن کے نمونہ پر اپنے تئیں بنا کر نجات پا جائیں سو خدائے تعالیٰ نے چاہا کہ اس عاجز کی اولاد کے ذریعہ سے یہ دونوں شق ظہور میں آجائیں۔

پس اول اُس نے قسم اول کے انزالِ رحمت کے لئے بشر کو بھیجا تا بَشِيرِ الصَّابِرِينَ (البقرة: 156) کا سامان مومنوں کے لئے طیار کر کے اپنی بشریت کا مفہوم پورا کرے۔ سو وہ ہزاروں مومنوں کے لئے جو اس کی موت کے غم میں محض اللہ شریک ہوئے بطور فرط کے ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کا شفیع ٹھہر گیا اور اندر ہی اندر بہت سی برکتیں ان کو پہنچا گیا اور یہ بات کھلی کھلی الہام الہی نے ظاہر کر دی کہ بشر جو فوت ہو گیا ہے وہ بے فائدہ نہیں آیا تھا بلکہ اس کی موت اُن سب لوگوں کی زندگی کا موجب ہوگی جنہوں نے محض اللہ اس کی موت سے غم کیا اور اُس ابتلا کی برداشت کر گئے کہ جو اُس کی موت سے ظہور میں آیا۔

غرض بشر ہزاروں صابریں و صادقین کے لئے ایک شفیع کی طرح پیدا ہوا تھا اور اُس پاک آنے والے اور پاک جانے والے کی موت ان سب مومنوں کے گناہوں کا کفارہ ہوگی۔

اور دوسری قسم رحمت کی جو ابھی ہم نے بیان کی ہے اس کی تکمیل کے لئے خدا تعالیٰ دوسرا بشر بھیجے گا جیسا کہ بشر اول کی موت سے پہلے 10 جولائی 1888ء کے اشتہار میں اس کے بارے میں پیشگوئی کی گئی ہے اور خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا کہ ایک دوسرا بشر تمہیں دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہے وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہو گا۔ يَخْلُقُ اللهُ مَا يَشَاءُ اور خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ بھی ظاہر کیا کہ 20 فروری 1886ء کی پیش گوئی حقیقت میں دو سعید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی اور اس عبارت تک کہ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے پہلے بشر کی نسبت پیشگوئی ہے کہ جو روحانی طور پر نزول رحمت کا موجب ہو اور اس کے بعد کی عبارت دوسرے بشر کی نسبت ہے۔ منہ۔“

(سبزا شتہار، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 461 تا 463 حاشیہ)

## 20 فروری 1886ء کی پیشگوئی دو سعید لڑکوں سے متعلق تھی:

اس عبارت تک کہ ”مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے“ پہلے بشر کی نسبت پیشگوئی تھی اور اس کے بعد کی عبارت

دوسرے بشر کی نسبت ہے۔ جیسا کہ الہام

إِنَّا أَرْسَلْنَاهُ شَاهِدًا وَ مَبَشِّرًا وَ نَذِيرًا كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَ رَعْدٌ وَ بَرْقٌ كُلُّ شَيْءٍ

تَحْتَهُ قَدْ مَيِّتٌ۔ سے ظاہر ہوتا ہے یعنی ہم نے اس بچے کو شاہد اور مبشر اور نذیر ہونے کی حالت میں بھیجا ہے اور یہ اس بڑے

میدنہ کی مانند ہے جس میں طرح طرح کی تاریکیاں ہوں اور رعد اور برق بھی ہو۔ یہ سب چیزیں اس کے دونوں قدموں کے نیچے ہیں یعنی اس کے قدم اٹھانے کے بعد جو اس کی موت کی طرف اشارہ ہے، ظہور میں آجائیں گی۔ سوتاریکیوں سے مراد آزمائش اور ابتلاء ہیں جو لوگوں کی اس حالت سے پیش آئے اور ایسے سخت ابتلاء میں پڑ گئے جو ظلمات کی طرح تھا۔

پھر اسی ترتیب سے اس پیشگوئی کو پورا ہونا شروع ہوا یعنی پہلے بشیر اول کی موت کی وجہ سے ابتلاء کی ظلمت وارد ہوئی اور پھر اس کے بعد رعد اور روشنی ظاہر ہونے والی ہے۔ اور جس طرح ظلمت ظہور میں آگئی اسی طرح یقیناً جاننا چاہیے کہ کسی دن وہ رعد اور روشنی بھی ظہور میں آجائے گی جس کا وعدہ دیا گیا ہے۔ جب وہ روشنی آئے گی تو ظلمت کے خیالات کو بالکل سینوں اور دلوں سے مٹا دے گی۔

یوں بشیر اول کی موت نے جیسا کہ اس پیشگوئی کو پورا کیا ایسا ہی اس پیشگوئی کو بھی جو 20 فروری 1886ء کے اشتہار میں ہے کہ بعض بچے کم عمری میں فوت ہوں گے۔ نیز اشتہار 20 فروری 1886ء کی یہ عبارت ”ایک خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے“ میں مہمان کا لفظ درحقیقت اسی لڑکے کا نام رکھا گیا تھا اور یہ اس کی کم عمری اور جلد فوت ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ پھر یہ الفاظ کہ وہ جس سے بگلی پاک ہے یہ بھی اس کی صغر سنی کی وفات پر دلالت کرتا ہے۔

**دو پیشگوئیوں پر ہونے والی نکتہ چینوں کا ذکر کرتے ہوئے حضورؐ تحریر فرماتے ہیں:**

”وہ نکتہ چینیاں یہ ہیں کہ 08 اپریل 1886ء کے اشتہار میں اس عاجز نے ایک پیش گوئی شائع کی تھی کہ ایک لڑکا اس عاجز کے گھر میں پیدا ہونے والا ہے اور اشتہار مذکور میں بہ تصریح لکھ دیا تھا کہ شاید اسی دفعہ وہ لڑکا پیدا ہو یا اس کے بعد اس کے قریب حمل میں پیدا ہو سو خدا تعالیٰ نے مخالفین کا خبث باطنی اور ناانصافی ظاہر کرنے کے لئے اس دفعہ یعنی پہلے حمل میں لڑکی پیدا کی اور اس کے بعد جو حمل ہوا تو اس سے لڑکا پیدا ہوا اور پیشگوئی اپنے مفہوم کے مطابق سچی نکلی۔ اور ٹھیک ٹھیک وقوع میں آگئی مگر مخالفین نے جیسا کہ ان کا قدیمی شیوہ ہے محض شرارت کی راہ سے یہ نکتہ چینی کی کہ پہلی دفعہ ہی کیوں لڑکا پیدا نہیں ہوا ان کو جواب دیا گیا کہ اشتہار میں پہلی دفعہ کی کوئی شرط نہیں بلکہ دوسرے حمل تک پیدا ہونے کی شرط تھی جو وقوع میں آگئی اور پیش گوئی نہایت صفائی سے پوری ہو گئی۔

سو ایسی پیش گوئی پر نکتہ چینی کرنا بے ایمانی کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔ کوئی منصف اس کو واقعی طور پر نکتہ

چینی نہیں کہہ سکتا۔

دوسری نکتہ چینی مخالفوں کی یہ ہے کہ لڑکا جس کے بارہ میں پیشگوئی 08 اپریل 1886ء کے اشتہار میں کی تھی وہ پیدا ہو کر صغر سنی میں فوت ہو گیا۔... خلاصہ جو اب یہ ہے کہ آج تک ہم نے کسی اشتہار میں نہیں لکھا کہ یہ لڑکا عمر پانے والا ہو گا اور نہ یہ کہا کہ یہی مصلح موعود ہے۔ بلکہ ہمارے اشتہار 20 فروری 1886ء میں بعض ہمارے لڑکوں کی نسبت یہ پیشگوئی موجود تھی کہ وہ کم عمری میں فوت ہوں گے۔

پس سوچنا چاہیے کہ اس لڑکے کی وفات سے ایک پیش گوئی پوری ہوئی یا جھوٹی نکلی۔ بلکہ جس قدر ہم نے لوگوں میں الہامات شائع کئے اکثر ان کے اس لڑکے کی وفات پر دلالت کرتے تھے۔ چنانچہ 20 فروری 1886ء کے اشتہار کی یہ عبارت کہ ایک خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ یہ مہمان کا لفظ درحقیقت اسی لڑکے کا نام رکھا گیا تھا اور یہ اس کی کم عمری اور جلد فوت ہونے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ مہمان وہی ہوتا ہے جو چند روز رہ کر چلا جاوے اور دیکھتے دیکھتے رخصت ہو جاوے اور جو قائم مقام ہو اور دوسروں کو رخصت کرے اس کا نام مہمان نہیں ہو سکتا۔

اور اشتہار مذکور کی یہ عبارت کہ وہ ر جس سے (یعنی گناہ سے) بگلی پاک ہے یہ بھی اس کی صغر سنی کی وفات پر دلالت کرتی ہے اور یہ دھوکا کھانا نہیں چاہئے کہ جس پیش گوئی کا ذکر ہوا ہے وہ مصلح موعود کے حق میں ہے۔ کیونکہ بذریعہ الہام صاف طور پر گھل گیا ہے کہ یہ عبارتیں پسر متونی کے حق میں ہیں۔

اور مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ فضل ہے جو اُس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا اور نیز دوسرا نام اُس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے اور ایک الہام میں اس کا نام فضل عمر ظاہر کیا گیا ہے۔

اور ضرور تھا کہ اس کا آنا معرض التوا میں رہتا جب تک یہ بشیر جو فوت ہو گیا ہے پیدا ہو کر پھر واپس اٹھایا جاتا کیونکہ یہ سب امور حکمت الہیہ نے اس کے قدموں کے نیچے رکھے تھے اور بشیر اول جو فوت ہو گیا ہے بشیر ثانی کے لئے بطور ارباص تھا اس لئے دونوں کا ایک ہی پیشگوئی میں ذکر کیا گیا۔

..... سونبیوں کا ان نادان مکذبین کی تکذیب سے کیا نقصان ہوا جس کا اب بھی اندیشہ کیا جائے اور اس اندیشہ سے خدائے تعالیٰ کی پاک کارروائی کو بند کیا جائے۔ یقیناً سمجھنا چاہیے کہ جو لوگ مسلمان کہلا کر اور کلمہ گو ہو کر جلدی سے اپنے دل میں وساوس کا ذخیرہ اکٹھا کر لیتے ہیں۔ وہ انجام کار اسی طرح رسوا اور ذلیل ہونے والے ہیں جس طرح نالائق اور کج فہم

یہودی اور یہود اسکریپتوری رسوا اور ذلیل ہوئے۔“ (سبز اشتہار، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 465 تا 468 حاشیہ)

اسلام میں ایک روحانی اور اعلیٰ درجہ کی خاصیت پائی جاتی ہے:

حضورؐ فرماتے ہیں:

”ایک روحانی اور اعلیٰ درجہ کی اسلام میں خاصیت ہے کہ سچائی سے اس پر قدم مارنے والے مکالمات خاصہ الہیہ سے مشرف ہو جاتے ہیں اور قبولیت کے انوار جن میں ان کا غیر ان کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتا ان کے وجود میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک واقعی صداقت ہے جو بے شمار استبازوں پر اپنے ذاتی تجارب سے کھل گئی ہے۔ ان مدارج عالیہ پر وہ لوگ پہنچتے ہیں کہ جو سچی اور حقیقی پیروی رسول اللہ ﷺ کی کرتے ہیں اور نفسانی وجود سے نکل کر ربانی وجود کا پیرا ہن پہن لیتے ہیں۔“

(سبز اشتہار، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 468)

آخر پر حضورؐ نے اسلام کے معنی بیان فرمائے ہیں کہ اسلام کے لفظ کا مفہوم ہے کہ اپنا تمام وجود خدا تعالیٰ کے سپرد کر دینا۔ اور اس کے ساتھ ہی ”تبلیغ“ کے نام سے ایک ”پیغام“ تحریر فرمایا ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں:

”میں اس جگہ ایک اور پیغام بھی خلق اللہ کو عموماً اور اپنے بھائی مسلمانوں کو خصوصاً پہنچاتا ہوں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبت مولیٰ کا راہ سیکھنے کے لئے اور گندی زیست اور کاہلانہ اور خدا رانہ زندگی کے چھوڑنے کے لئے مجھ سے بیعت کریں۔ پس جو لوگ اپنے نفسوں میں کسی قدر یہ طاقت پاتے انہیں لازم ہے کہ میری طرف آویں کہ میں ان کا غم خوار ہوں گا اور ان کا بار ہلکا کرنے کے لئے کوشش کروں گا اور خدا تعالیٰ میری دعا اور میری توجہ میں ان کے لئے برکت دے گا بشرطیکہ وہ ربانی شرائط پر چلنے کے لئے بدل و جان طیار ہوں گے یہ ربانی حکم ہے جو آج میں نے پہنچا دیا ہے اس بارہ میں عربی الہام یہ ہے۔“

إِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحِينَا. الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ

اللَّهُ يَدُ اللَّهُ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ. وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى. “

(سبز اشتہار، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 470)



## ایک معروف دہریہ کے اعتراضات کے جواب

(دوسرے اہل سنت پروفیسر چوہدری رحمت علی مسلم)

### Richard Dawkins اور اس کے اعتراضات

#### کائنات کا وجود اور نظام

اگر ہم رات کو بادلوں سے صاف آسمان پر نظر دوڑائیں تو ہمیں انتہائی سکون اور توازن نظر آتا ہے، کوئی گڑبڑ نہیں بڑا توازن اور تناسب ہے۔ لیکن اس سے بڑھ کر اس کائنات کی اصل وسعت ہے، جس کا اندازہ کرنا اس لئے مشکل ہے کہ ستاروں کی تعداد انسانی سمجھ سے بالاتر ہے۔ ماہر فلکیات اور سائنس دانوں کا اندازہ ہے کہ تقریباً 2 ٹریلین (Trillion)  $(2,000,000,000,000,000)$  کہکشائیں ہیں اور ہر کہکشاں (galaxy) میں کم از کم 400



ملین  $(400,000,000)$  ستارے ہیں۔ اور پھر اس کائنات سے پرے (beyond) ایک ایسی لامتناہی کائنات ہے جس کو ہم دیکھ نہیں سکتے۔ ہماری زمین جس spiral galaxy میں ہے اس کا نام milky way ہے۔

اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ یقیناً یہ کائنات بہت خوب صورت ہے اس میں سب کچھ حیران کن اور شاندار ہے کوئی خرابی نہیں۔ اس کا بنانے والا بہترین Designer اور اپنے کام میں کامل ہے۔ اس کائنات کی یکسانیت اور ہم



Mohammad Abdus Salam; 1926-1996

He shared the 1979 Nobel Prize in Physics with Sheldon Glashow and Steven Weinberg for his contribution to the electroweak unification theory

آہنگی کے بارے میں نوبل انعام یافتہ پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے کہا کہ کائنات Anthropic ہے اس کے بنانے کے لئے جو قوانین تھے اور ان سب چیزوں کے پیچھے جو مقصد تھا وہ دراصل ایک ایسے بہترین اور باشعور انسان کی تخلیق تھی جو اپنے اس عظیم خالق کو سمجھ سکے۔

آج کائنات کا علم رکھنے والے سائنس دان تسلیم کرتے ہیں کہ کائنات میں شروع سے جو بنیادی چار طاقتیں Four fundamental Forces کام کر رہی تھیں ان کی values میں مکمل درستگی precision تھی اور ایسا تناسب مقرر تھا جہاں اگر کوئی Value ذرہ برابر بھی اپنی مقدار سے کم یا زیادہ ہوتی تو ایک ایٹم بھی تخلیق نہ پاسکتا۔

اس لئے یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ کچھ بھی اتفاقاً تخلیق پاسکتا جیسا کہ دہریوں کا خیال ہے اور مشہور مستشرق رچرڈ ڈاکنز بھی لکھتا ہے کہ کائنات کا کوئی design نہیں ہے بلکہ اس طرح بنی ہے جیسا کہ ایک مور یا اس کی آنکھ جو ڈارون کے وضع کردہ اصول Natural Selection کے تحت تخلیق پاگئی تھی۔

ڈاکنز کا خیال ہے کہ اس دنیا میں جانداروں (جانوروں اور پودوں) میں جو خوبصورتی ہے وہ ایک ایسے design کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے جہاں قدرت (nature) خود بخود بہت سی مختلف اور بے ترتیب اشیاء میں سے سب سے اچھی چیز کو چن لیتی ہے یعنی (survival of the fittest)۔

ڈاکنز کے مطابق اگر کائنات کے بننے میں بھی ایسا ہی اصول کام کرتا ہے تو ایک perfect کائنات بن جاتی ہے۔ ڈاکنز کے خیال میں کائنات بننے کے لئے وہ اصول جن کو Fine Tuning cosmological constant کہا جاتا ہے



Richard Dawkins (born 26 March 1941)  
In 2006, Dawkins published *The God Delusion*, writing that a supernatural creator almost certainly does not exist and that religious faith is a *delusion*.

وہ بہت کمزور ہیں اور قابل قبول نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ڈاکنز کے دماغ میں ڈارون اور اس کی Natural Selection اتنی بری طرح سوار ہے کہ وہ کائنات میں بھی کئی قسم کی نامناسب چیزوں میں سے ایک the fittest کو منتخب کرنے کا



اصول ہی درست مانتا ہے اور باقی سب کو reject کرتا ہے۔

اصل حقیقت، جس کو سائنس دان تسلیم کرتے ہیں اور پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے بھی اسے ثابت کیا ہے، کہ کائنات بننے کے مختلف steps میں Fine tuning تھی اور forces کی انتہائی صحیح اور درست مقدار تھی اور اسی کے نتیجے میں ایٹم بنے اور پھر molecule اور پھر یہ مل کر chemicals بنے اور پھر ستارے اور کہکشائیں اور ہماری زمین اور ہماری یہ خوبصورت زندگی تخلیق ہوئی۔

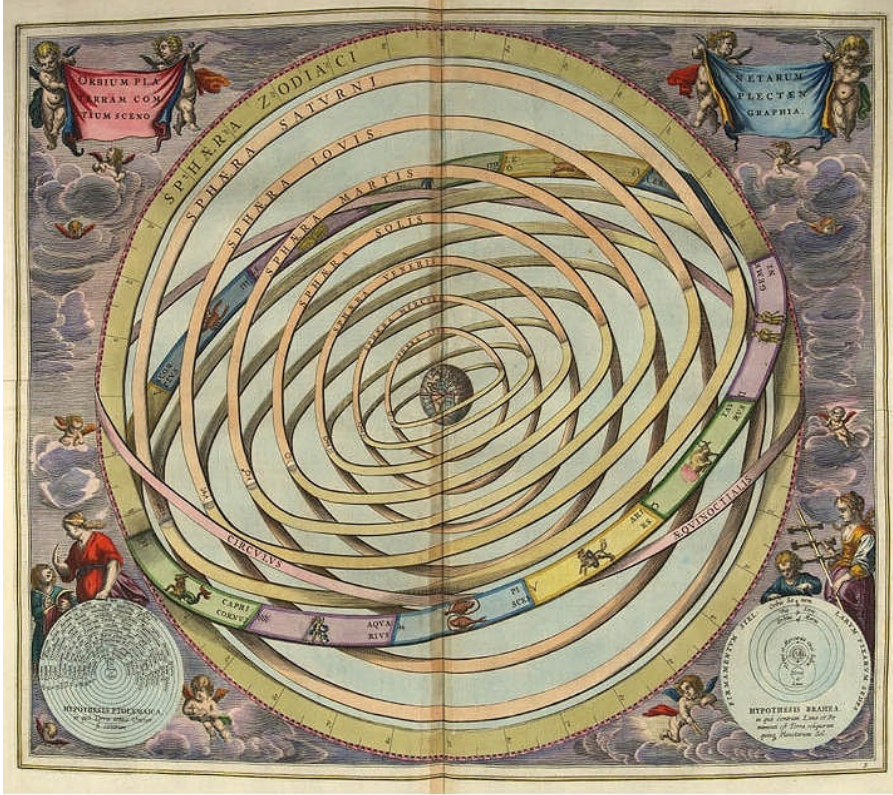
جب ہم کائنات کے cyclic Model کا مطالعہ کرتے ہیں اور تمام حالات و واقعات کا جائزہ لیتے ہیں تو سارے عمل میں کسی بہت عظیم ہستی کا ہاتھ نظر آتا ہے جو خالق ہے، مالک ہے اور پھر controller بھی اور ثابت ہوتا ہے کہ کچھ بھی خود بخود نہیں ہو رہا تھا۔ اور نہ ہی یہ سب بلا مقصد تھا۔ کوئی بھی صاحب عقل اور شعور انسان جب اس خوبصورت تخلیق پر غور کرتا ہے تو ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ اسے اس تخلیق میں design اور حکمت نظر نہ آئے اور انسان کی زندگی بھی بے کار اور بے مقصد لگنے لگے۔ جس کو تجسس curiosity نہیں وہ پھر انسان کہاں؟ پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے کہا تھا:

Curiosity is the basis of higher science, the king of curiosity that keeps providing thought provoking ideas which then in themselves continue to enhance the curiosity.

تجسس میں ہی اعلیٰ درجہ کی سائنس کی بنیاد ہے۔ وہ تجسس جو فکر انگیز خیالات مہیا کرتا رہتا ہے اور اسی کی وجہ سے جستجو اور بڑھتی ہے۔

انسان کو خدا نے شعور کی بلندی پر اسی لئے پہنچایا کہ وہ سوچے سمجھے اور غور کرے۔ دنیا میں موجود تمام جانوروں میں سے خدا تعالیٰ نے انسان کے جسم کی بناوٹ ایسی بنائی کہ رات کو وہ سیدھا کمر پر لیٹ سکتا ہے اور رات کو اندھیرا بنا دیتا کہ وہ کائنات کی خوبصورتی اور وسعت کو آرام سے دیکھے اور غور کرے کہ یہ سب کیسے تخلیق کیا گیا اور اس کا مقصد کیا ہے۔ کسی بھی جانور کو ایسا جسم ایسا ذہن اور ایسا شعور نہیں دیا گیا بلکہ یہ خاصیت صرف انسان ہی کو ملی ہے کہ اس نے ماضی قدیم سے ہی کائنات پر غور شروع کر دیا جس کی تاریخ مصر کے لٹریچر میں ملتی ہے۔ اس وقت انسان کے خیالات آسمان کے بارے میں محض افسانوی داستانوں (myths) پر مبنی تھے اور انہوں نے ستاروں اور اجرام فلکی کو دیویاں اور دیوتا بنا لیا تھا۔ اور پھر آہستہ آہستہ یہ سوچ ابھری کہ ہماری زمین بھی اسی کائنات کے مرکز میں ہے۔ اور سب کچھ اس کے ارد گرد ہے۔

Ptolemy (بطليموس) نے آج سے تقریباً دو ہزار سال قبل یہ موقف پیش کیا کہ زمین کائنات کے درمیان میں ہے۔ چونکہ یہ ایک حساب دان اور ماہر فلکیات بھی تھا اور جانتا تھا کہ ستارے اور باقی سیارے planets ساکن نہیں ہیں بلکہ گھومتے ہیں مگر اس کے خیال میں ان کی یہ گردش زمین کے گرد تھی۔ اس کو geocentric cosmology کہتے ہیں۔



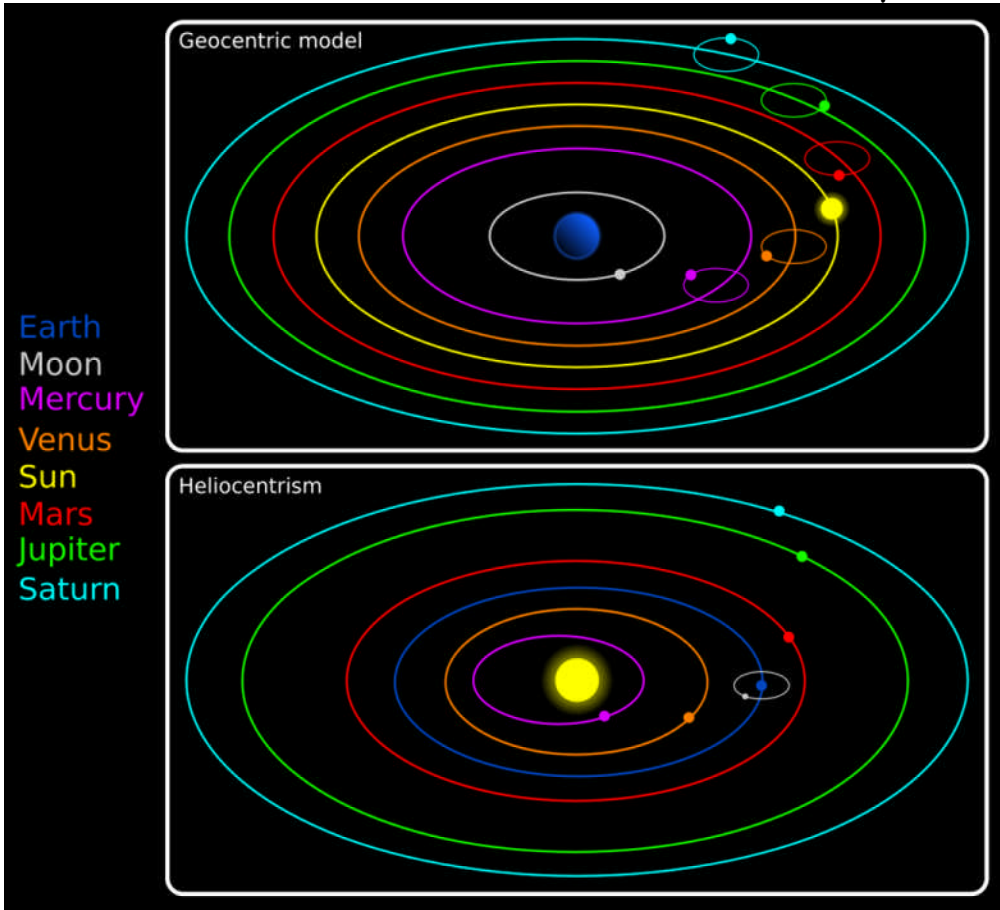
The Ptolemaic system is a geocentric cosmology; that is, it starts by assuming that **Earth** is **stationary** and at the center of the universe.

اس غلط نظریے کو صدیوں تک اسی طرح مانا جاتا رہا۔ یہاں تک کہ 16 ویں صدی میں اٹلی کے ایک ماہر کائنات cosmologist فلاسفر اور علم نجوم کے ماہر astrologist نے یہ نظریہ پیش کیا کہ ستارے دراصل دور دراز سورج ہیں اور ان کے گرد بھی سیارے یا planets گھومتے ہیں اور یہ کائنات لامتناہی ہے۔ اس وقت کے رومن کیتھولک چرچ نے اس پر کفر اور الحاد کا الزام لگایا اور کہا کہ اس کا نظریہ عیسیٰ کے خدا ہونے کے خلاف ہے اور یہ عقیدہ دراصل تثلیث کا بھی انکار ہے۔

اسی طرح اٹلی میں ہی ایک اور مشہور سائنس دان گلیلیو (1564-1642) جو ماہر فلکیات اور فزکس کا ماہر تھا اور

بہت سے سائنسی حقائق سے واقف تھامثالاً Nicolaus Copernicus (پولش سائنس دان) کے نظریہ سے کہ مختلف planets سورج کے گرد گھومتے ہیں اور ان کے بھی اپنے چاند ہیں۔

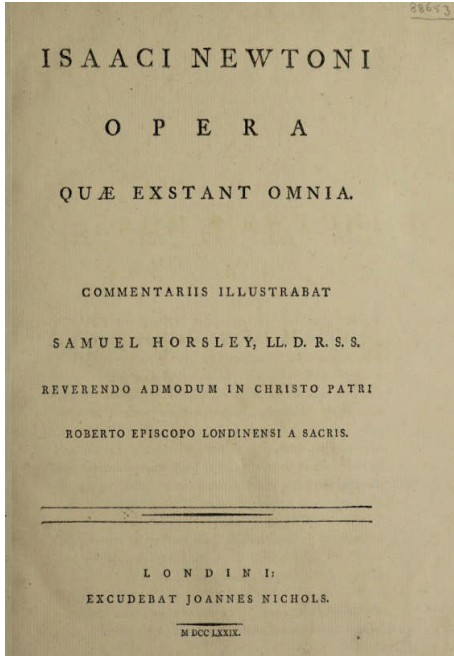
گلیلیو نے telescope کی مدد سے دیکھ کر کوپرنیکس کی تھیوری کو ثابت کیا اور 1632ء میں کتاب لکھی کہ Copernicus کا heliocentric نظریہ یعنی کہ تمام سیارے سورج کے گرد گھومتے ہیں بالکل درست تھا۔ اس پر چرچ مشتعل ہو گیا اور مذہبی جنونیوں نے religious fanatics اپنی عدالت لگالی اور گلیلیو پر الزام لگایا کہ اس کے خیالات بائبل کی تعلیم کے مخالف ہیں اور بائبل ہی دراصل سند ہے اور اس کے بالمقابل سائنس کی کوئی وقعت (authority) نہیں ہے۔



گلیلیو نے اپنا دفاع کرنے کی بہت کوشش کی اور بتایا کہ اس کی تھیوری بائبل کو غلط ثابت نہیں کر رہی ہے۔ نیز یہ دلیل بھی دی کہ بائبل ایک مذہبی اور اخلاق سکھانے والی کتاب ہے نہ کہ سائنس بتانے والی کتاب۔

اس کے برعکس چرچ کے کارندے گلیلیو کو بار بار بلاتے اور وہ ان کے سامنے اپنا نکتہ نظر زبانی اور لکھ کر پیش کرتا اور وضاحتیں دیتا کہ Helicocentric نظریہ بائبل کے مخالف نہیں ہے لیکن چرچ اور پوپ اس کی کسی بات کو ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے اس پر heresy (بدعت) کا الزام لگایا۔ پھر اسے جسمانی سزا دینے کے لئے ڈراتے رہے اور پھر فتویٰ صادر کیا کہ گلیلیو کو قید خانے میں ڈال دو جس کے بعد اسے گھر میں قید کر دیا گیا۔ لیکن اس سزا کو سننے کے بعد گلیلیو نے عدالت میں پھر کہا کہ ”Eppur si muove“ (And yet it moves) یعنی اور زمین تو پھر بھی گھومتی ہے۔ چرچ کی جنونیت کی وجہ سے اس وقت کے اٹلی میں پھر کسی عقلمند کے ذہن میں سائنسی حقائق بیان کرنے کا خیال نہ آیا۔ چرچ کے اسی رویے سے نالاں لوگوں نے بعد میں پادریوں کے خلاف نفرت کی اور انہی میں سے مذہب کو چھوڑنے والے اور خدا کے منکر پیدا ہوئے جو اس چرچ کا ایجاد کردہ تھا جس نے طاقت اور ظلم سے حقائق کو اور سائنسی نظریات کو دبانے کی کوشش کی۔

گلیلیو کے بعد انگلینڈ میں ایک ذہین سائنس دان نیوٹن پیدا ہوا اور اس نے نہ صرف Heliocentric نظریے کی



تائید کی بلکہ calculation یعنی حساب کی رو سے ثابت کیا کہ اجرام فلکی جو اپنے مقررہ رستوں پر چل رہے ہیں اور سورج سے ان کا فاصلہ بھی ایک قانون کے تحت ہے جس کو بعد میں law of universal gravitation کے نام سے بہت اہمیت حاصل ہوئی۔ یہ نیوٹن نے ہی بتایا کہ ایک بہت اہم طاقت gravity کائنات میں اور زمین پر کام کر رہی ہے لیکن ایک Divine Power کے بغیر ان سب اجرام فلکی کا چلنا ممکن نہیں۔ نیوٹن کی ذہانت اور سائنسی حقائق کو دلائل اور حساب calculation کی رو سے ثابت کرنے کی قابلیت کو فزکس سے تعلق رکھنے والے سبھی سائنس دان تسلیم کرتے ہیں۔ یہ وہی سائنس دان تھا جس نے تثلیث کو نہ صرف رد کیا بلکہ ایک خدا کی ذات کو

کائنات کا controller بتایا جس کا ذکر نیوٹن کی کتاب Isaaci Newtoni Opera Quae exstant Omnia میں ہے جو لاطینی زبان میں ہے۔

Westfall Richard نے 1994ء میں کتاب The Life of Issac Newton میں لکھا کہ نیوٹن کے نزدیک عیسیٰ کو خدا ماننا شرک ہے اور ایک بنیادی گناہ ہے۔ نیز یہ کہ نیوٹن کا مذہب کیا تھا؟ یہ اس نے کسی کو نہ بتایا لیکن نیوٹن یقینی طور پر تثلیث کے خلاف تھا۔

اسی لئے The British Journal for the History of Science کے دسمبر 1999ء کے ایڈیشن میں Snobelen Stephen D نے اپنے مضمون میں نیوٹن کو Nicodemite کہا یعنی وہ جو مروجہ مذہب (یعنی عیسائیت) سے چپکے سے ہٹ کر کسی دوسرے مسلک کو اپنالے۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ نیوٹن نے اپنی عقل اور ذہانت کی بنیاد پر وہ قانون قدرت سمجھ لیا تھا جس کو اس نے gravity کا نام دیا اور اس کی تبدیل نہ ہونے والی (G) values سے بھی دنیا کو روشناس کروایا لیکن جب ذہن خدا کی طرف سے عطا کردہ روشنی سے منور ہوا تو اس نے یہ لکھا:

So then gravity may put the planets into motion but without the Divine Power it could never put them into such a circulating motion.

اگر فلاسفر اور سائنس دان اپنی عقل سے ہی فیصلہ کروائے تو وہ کہے گا سب کچھ خود بخود ہو رہا اور خدا کا انکار کر کے ایک دہریہ رچرڈ ڈاکنز بنے گا۔ مگر نیوٹن کو اسی خدا سے رہنمائی ملی جو کائنات کا خالق اور مالک اور بادشاہ یعنی چلانے والا ہے کیونکہ سچ تو یہ ہے:

عقل کو دین پہ حاکم نہ بناؤ ہر گز  
یہ تو خود اندھی ہے گر نیر الہام نہ ہو

کائنات کا بننا اور تمام ستاروں، سیاروں اور دم دار سیارچوں کا اپنے رستوں پر چلنا ایک قانون کے مطابق ہے اس توازن اور خوبصورتی اور صنایع کا ایک Designer ہے اور یہی کائنات کے اصول Cosmological Model of the Universre سے سائنس دانوں نے ثابت کیا ہے جس کے بارے میں اب انشاء اللہ آئندہ شمارہ میں لکھا جائے گا۔ یہ اصول اپنی ذات میں خدا کی ہستی کے منکروں کو جھوٹا ثابت کرنے کی ایک دلیل ہے اور ہمارے مخاطب رچرڈ ڈاکنز کے اس پہلے اعتراض کا جواب ہے جو اس نے اپنی معروف کتاب The God Delusion میں لکھا ہے کہ اس کائنات کا نہ تو کوئی ڈیزائن ہے اور نہ ہی کوئی designer.

ہم انشاء اللہ اگلے شمارہ میں دکھائیں گے کہ سائنس ثابت کرتی ہے کہ کائنات perfect ہے اور اس کے قوانین

میں ایک عجیب خوبصورتی اور توازن ہے بالکل اسی طرح جس طرح زمین پر زندگی بہت خوبصورت ہے اور ایک تناسب اور توازن رکھتی ہے۔ سائنس کے جو قوانین زمین پر کام کرتے ہیں وہی کائنات میں بھی کارفرما نظر آتے ہیں جو ثابت کرتے ہیں کہ ان دونوں کا ایک ہی خالق ہے اور وہی کنٹرولر بھی ہے۔



## ہر ایک چیز کی بناوٹ اس کے مناسب حال ہے

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانی جماعت احمدیہ و مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”دیکھو کہ عقلی طور پر قرآن شریف نے خدا کی ہستی پر کیا کیا عمدہ اور بے مثل دلائل دیئے

ہیں۔ جیسا کہ ایک جگہ فرماتا ہے: رَبَّنَا الَّذِي اَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ۔ (طہ: 51)

یعنی خدا وہ خدا ہے کہ جس نے ہر ایک شے کے مناسب حال اس کو پیدائش بخشی۔ پھر

اس شے کو اپنے کمالات مطلوبہ حاصل کرنے کے لئے راہ دکھلا دی۔ اب اگر اس آیت کے مفہوم

پر نظر رکھ کر انسان سے لے کر تمام بحری اور برزی جانوروں اور پرندوں کی بناوٹ تک دیکھا جائے

تو خدا کی قدرت یاد آتی ہے کہ ہر ایک چیز کی بناوٹ اس کے مناسب حال معلوم ہوتی ہے۔

پڑھنے والے خود سوچ لیں کیونکہ یہ مضمون بہت وسیع ہے۔“

(”اسلامی اصول کی فلاسفی“ روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 368)

اگر ہر بال ہو جائے سُخُن ور تو پھر بھی ہے شکرِ امکاں سے باہر

امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے  
رسالہ ”موازنہ مذاہب“ کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا:

”ایک (نیا) رسالہ جاری کیا گیا..... تھا۔ یہ ماہانہ رسالہ ہے ”موازنہ مذاہب“  
جو یہاں یو کے سے چھپتا ہے اور اس میں بڑے اچھے علمی اور تحقیقی مضامین ہوتے ہیں۔  
لوگوں کو بڑے پسند آ رہے ہیں، اس کی ضرورت تھی اور گو اس وقت اس کی تعداد کم ہے  
لیکن اس کے بارے میں میں کہنا چاہتا ہوں جو لوگ اردو پڑھنا جانتے ہیں اُن کو اس  
رسالہ کا خریدار بننا چاہیے۔ اس میں کافی اچھے مضامین ہیں بلکہ بعض مضامین کے ترجمے  
کر کے ریویو آف ریپلینز میں بھی شائع کئے جا رہے ہیں۔“

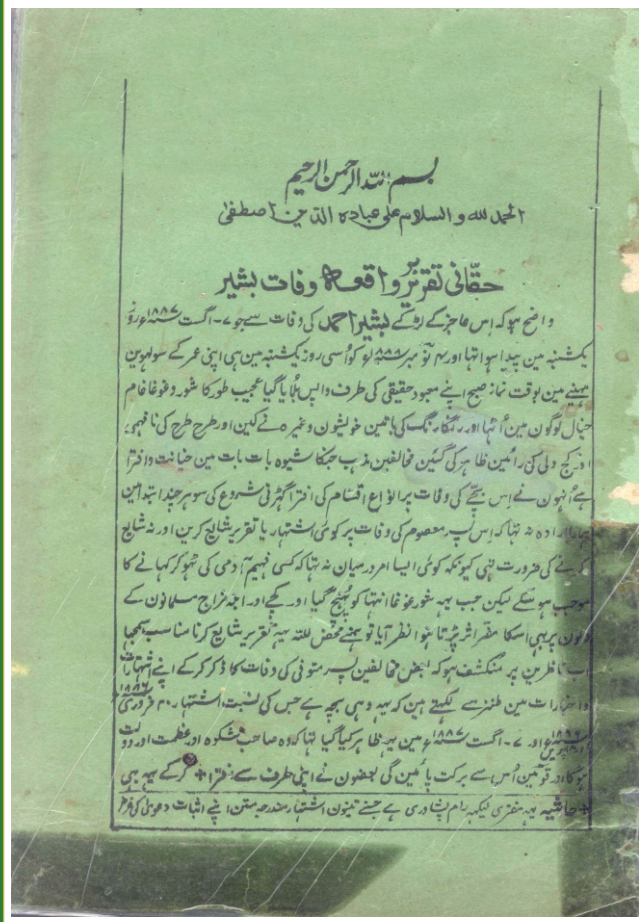
(دوسرے دن کا خطاب، جلسہ سالانہ یو کے 2012ء بحوالہ ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل مورنہ 9 اگست 2013ء صفحہ 2)

Monthly

## Muwāzna-e-Madhāhib

02

VOL. 08 ISSUE, 02 Tabligh - 1404 (HS) Shaban February 2025



77 رسالہ ”سبز اشتہار“ ایڈیشن اول کا عکس۔ تعارف صفحہ

Printed and Published by Jameel Ahmad Nasir, Owned by the Board of MUWAZNA-E-MADHAHIB, Printed at Fazl e Umar Printing Press Harchwal Road, PO-Qadian. District Gurdaspur-143516, Issued at the office of MUWAZNA-E-MADHAHIB, Mohalla

Ahmadiyya Qadian, PO- Qadian. District Gurdaspur- 143516, Punjab.

Editor: Muhammad Hameed Kausar